نوید ظفر کیانی

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

(طنز و مزاح)

پندرہواں مجموعۂ کلام

نوید ظفر کیانی

https://archive.org/details/@nzkiani
nzkiani@gmail.com

پچھواڑے پہ بھی لات ہے درکار غالباً
کب مانتے ہیں یونہی ریجیکشن اُوووو

نئے دور کے ملا دو پیازہ کے نام

جو گاہے بگاہے اپنے بغلول طبیعی اور

حماقت مآب خطابت کے باعث

ساری قوم کے

لئے تفریح کا باعث بنتے رہتے

ہیں

اُ

و

و

و

و

و

اُ و

فہرست

اُ و

وَرچُوِلْ دُنیاَ کاَ "رِئیِلْ" شاَعِر

(ڈاکٹر مظہر عباس رضوی)

اگر چہ ایک ایک کتاب کے مصنفین پر آپ کو کئی کئی تحقیقی مقالات نظر آجائیں گے مگر پندرہ ظریفانہ شاعری کے خالق جناب نوید ظفر کیانی پر ایک بھی مقالہ دکھائی نہ دے گا۔اس کی وجوہات بہت سی ہیں۔ایک تو نوید ظفر کیانی شرمیلے،طرح دار،مشاعروں سے بہت دور صرف اپنے کام سے کام رکھنے والے،اور تنہائی پسند تخلیق کار ہیں۔دوسرے ان کی ساری کتب صرف ای پبلشنگ کے ذریعے ہی منصۂ شہود پہ آئی ہیں اور وہ پبلشرز کی مخصوص دہشت گردی سے مامون و محفوظ رہے ہیں۔اگر چہ ان کی کتابیں بالکل مخفی اور چھپی ہوئی نہیں اور ای۔ پبلشنگ کے تحت مکتبۂ ارمغان ابتسام سے وقتاً فوقتاً انٹرنیٹ پر چھپتی رہتی ہیں مگر بہر حال روایتی اشاعت سے محروم ہیں اور ان کے چھپنے کا کوئی امکان بھی نہیں کیونکہ نوید ظفر کیانی روایتی پبلشرز کی مالی اعانت کرنے کے لیے بالکل تیار نہیں۔اُن کی ای۔کتب کے بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں ۔

نیٹ پہ موجود ہیں چھپی تو نہیں
یہ الگ بات ہے چھپی تو نہیں

کچھ برس پہلے ہمارے محترم دوست ڈاکٹر حسین محمود مکالماتی غزل پر ڈاکٹریٹ کا

مقالہ تحریر کررہے تھے۔انہوں نے ہم سے رابطہ کیا۔ہم نے برادرم نوید کیانی کا نمبر دے دیا جنہوں نے کچھ مکالماتی غزلیات لکھی ہوئی تھیں۔بعد میں پتہ چلا کہ ان کی مکالماتی غزلیات کو مقالاتی حصہ نہ بنانے کی وجہ یہی ٹھہری کہ وہ غزلیات کسی رسالے یا کتاب میں نہیں چھپی تھیں۔

آج کے دور میں سوشل میڈیا حقیقت کا روپ دھار چکا ہے۔اس پہ شامل اشاعتی مواد حوالہ جاتی طور پہ ساری دنیا میں تسلیم کیا جاتا ہے مگر ہم ابھی تک بڑی شدومد اور کوشش و مشقت سے پرانے راستوں کو تبدیل نہ کرنے پہ مُصر ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ابھی بھی جدید ماڈل کی گاڑیوں کے ساتھ کہیں کہیں زمانۂ قدیم کے تانگے بھی سڑک پر دھول مٹی اور جانوروں کا فضلہ اڑانے میں مصروف نظر آتے ہیں۔المیہ یہ ہے کہ ہماری ساری قومی زندگی کا اِسی طرح سفر جاری ہے۔

نوید ظفر کیانی کا ادبی سفر ماہنامہ ''چاند'' پر چاند ماری سے شروع ہو کر آج انٹرنیٹ پر براستہ گوگل و فیس بک تیزی سے جاری ہے۔نوید صاحب نے صرف مزاحیہ شاعری کی پندرہ مجموعے ہی نہیں لکھے بلکہ وہ سنجیدہ شاعری کے چھ مجموعے اور اس کے ساتھ ساتھ طنزومزاح کے دو انگریزی زبان سے تراجم پہ مبنی ڈرامے بھی لکھ چکے ہیں۔اس کے علاوہ تقریباً پانچ سال یعنی اکتوبر ۲۰۱۴ء سے جون ۲۰۱۹ء تک اکیس طنزومزاح پہ مبنی ای ۔رسائل ''ارمغان ابتسام'' کی اشاعت کا سہرہ بھی ان ہی کے سر ہے۔تازہ ترین کاموں میں واٹس ایپ گروپ کی تشکیل شامل ہے جس میں وہ طنزومزاح کی کتب پی ڈی ایف کی شکل میں بانٹ رہے ہیں اور یوں بڑے بڑے پبلشروں کے مالی خسارے میں اضافے کا سبب بن رہے ہیں۔نوید ظفر کی مزاحیہ شاعری کی ای۔کتب کا جمالی جائزہ یوں لیا جاسکتا ہے:

نمبر شمار	نام کتاب	سن اشاعت	صفحات
۱	ڈنکے کی چوٹ	۲۰۱۳ء	۱۶۰
۲	ڈھول کا پول	۲۰۱۴ء	۱۵۶
۳	زبان درازیاں	۲۰۱۴ء	۱۵۵
۴	ارے	۲۰۱۵ء	۱۵۶
۵	کھری کھری	۲۰۱۶ء	۱۵۰
۶	دگڑ دگڑ	۲۰۱۸ء	۱۶۰
۷	کچھ میٹھا ہو جائے	۲۰۲۰ء	۲۵۰
۸	قلم مستیاں	۲۰۲۲ء	۲۸۹
۹	فرازیالوجی	۲۰۲۲ء	۲۱۸
۱۰	ایسی کی تیسی	۲۰۲۲ء	۲۵۰
۱۱	سخن کی خارش	۲۰۲۳ء	۲۵۱
۱۲	لائق سنسر	۲۰۲۴ء	۲۰۲
۱۳	کھنڈ مکھانے	۲۰۲۴ء	۲۰۷
۱۴	ڈگڈگی	۲۰۲۴ء	۲۱۵
۱۵	اُووووو	۲۰۲۵ء	

یوں طنزیہ و مزاحیہ شاعری میں وہ مجموعی طور پر اب تک تین ہزار سے زائد صفحات تحریر کر چکے ہیں۔ اِس کے علاوہ اُن کی مزید کچھ اور ای۔ کتابیں زیر اشاعت ہیں جن کی

تفصیل کچھ یوں ہے:

جیسے کو تیسا	پیروڈیوں کا مجموعہ
شاعری قیمے والی	مزاحیہ رباعیات کا مجموعہ
بول مری مچھلی!	مزاحیہ لمرکس کا مجموعہ
تازہ گنڈیریاں	مزاحیہ قطعات کا مجموعہ
شگفتگو	طنزیہ ومزاحیہ شاعری
شکردان	فکاہی دیوانِ غزل
ظفرانیات	فکاہی کلیات

نوید ظفرؔ اگرچہ کیانی ہیں نیازی نہیں مگر تعریف وتوصیف سے اسقدر بے نیاز ہیں کہ ابھی تک سوائے چودھوئیں کتاب کے پسِ تحریر کے کسی سے کوئی پیش لفظ نہیں لکھوایا۔ یہ پہلا دیباچہ ہے جو اس ضمن میں تحریر کیا جا رہا ہے۔

مزاح صنفِ سخن نہیں بلکہ وصفِ سخن ہے۔ نوید صاحب شاید وہ پہلے مزاح گو شاعر ہیں جنہوں نے اس وصف سخن میں تمام اصناف سخن کو شامل کیا ہے۔ لٰہذا اُن کی شاعری میں غزل ،،خمسہ غزل، آزاد غزل ،نظم، آزاد نظم، نظمِ معین، ست رنگی، قطعہ ،ہائیکو، رباعی ، سانیٹ، لمرک، ریختی ،ترو ینی اور ترائیلے کی مثالیں جا بجا نظر آتی ہیں ۔نظم معین ان کی اپنی ایجاد ہے بقول ان کے نظم معین جفت مصروں پر مشتمل ہوتی ہے جن کی تعداد مقرر نہیں، نظم کا اوّلین رکن آخری رکن کے طور پر دہرایا جاتا ہے یہ نظم کسی مخصوص بحر کی تابع نہیں۔ ست رنگی نظم ہاشم علی خان ہمدمؔ کی اختراع ہے جس کا جناب نوید کیانی نے بھی تتبع کیا ہے۔

اِس کے علاوہ ایک ایک مصرع پہ تضمین کو اُنہوں نے ''گرہ کٹ گرہیں'' کا نام دیا ہے، جس میں وہ مختلف اساتذہ کے اشعار پر اپنے دانت تیز کرتے ہیں۔ ذرا دیکھئے کہ غالب

کے ایک مشہور مصرع پہ وہ کیسے اپنا مصرع ٹانکتے ہیں ؎

اس قدر بھی تنگئ جامہ اُسے زیبا نہ تھی
''سینۂ شمشیر سے باہر تھا دم شمشیر کا''

دو مشہور شعرا کے مصارع جوڑ کر ایک نیا شعر تخلیق کرنے کی روش کچھ شعرا کے ہاں پائی جاتی ہے مگر جس تواتر سے نوید ظفر کیانی نے اس پر کام کیا ہے وہ شاذ ہی نظر آتا ہے۔ علامہ اقبالؔ اور احمد فرازؔ کے مصارع وہ اس طرح جوڑتے ہیں ؎

کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد
خیالِ یار میں آؤ فراز سو جائیں

اِسی طرح حسرتؔ موہانی اور احمد فرازؔ کے مصارع جوڑ کر وہ ایک نیا مضمون پیدا کرتے ہیں ؎

کیا کہوں حد نہ رہی کچھ میری حیرانی کی
لوگ مجھ کو ہی سناتے ہیں فسانے میرے

نوید ظفر کیانی نے غزلوں اور نظموں کی پیروڈیوں کے ساتھ ساتھ فلمی گانوں کی پیروڈی بھی بہت لطیف انداز میں کی ہے۔ بہت سے شعرا چھُپ چھپا کر لطیفوں کو منظوم کرتے ہیں لیکن نوید ظفرؔ اس کا باقاعدہ اعلان کر کے اُنہیں ''منظوم چھاپے'' کا عنوان دیتے ہیں:

بھکاری نہیں ہوں
میں یہ دیکھنے کو گدا مانگتا ہوں
کہ دنیا میں کتنے سخی رہ گئے ہیں

لمرک انگریزی سے مستعار ایک صنف شاعری ہے جس کے اردو میں سہولت

کارمعروف مزاح نگار جناب نذیر احمد شیخ ہیں۔اُن کے علاوہ سوائے کیانی صاحب کے اب تک کسی اور مزاح گو شاعر نے باقاعدہ طور پر اِس صنف پر طبع آزمائی نہیں کی جبکہ انہوں نے کامیابی سے ایک کتاب بھر لمرکس لکھ ڈالی ہیں:

دِل کی دِل میں رہ جاتی تھی تلخ مقالی
بامِ سخن تک پہنچ نہیں پاتی تھی گالی
غزلوں کے پیرائے
جس کو کہہ نہ پائے
لمرک میں وہ بات بھی ہم نے کھانس نکالی

جہاں تک فنِ شاعری کا تعلق ہے، وہ اس میں طاق ہیں۔بہت ہی لمبی بحر اور مختصر بحر میں ان کے دو اشعار دیکھئے ۔

دوستو تم آج کے دن مجھ سے ملنا چاہتے ہو تو ذرا اپنی ہی ذمہ داری پر آؤ کہ میں روزے سے ہوں
میرے گھر والوں کا کہنا ہے کہ آتا ہے کڑک مرغی سے بھی بڑھ کر مجھے تاؤ کہ میں روزے سے ہوں

جبکہ دوسری طرف ۔

گھبرو رانڈ ہوئے
بوڑھے سانڈ ہوئے
ریٹنگ ریس رہی
چینل بھانڈ ہوئے

اُن کی تازہ کتاب " اُووووو "اُن کی مزاحیہ شاعری کا پندرہواں مجموعہ ہے، جس کا عنوان قاری کو حیرت و تجسس میں مبتلا کر دیتا ہے۔البتہ اگر اسے ملک میں واٹس ایپ پر گھومتی پھرتی سیاسی تقاریر کے تناظر میں دیکھا جائے تو سمجھنے میں دیر نہیں لگتی۔اُن کی کتاب کا

انتساب بھی پڑھنے کے لائق ہے، لکھتے ہیں:

''نئے دور کے ملا دو پیازہ کے نام جو گاہے بگاہے اپنے بغلول
طبیعی اور حماقت مآب خطاب کے باعث ساری قوم کے لیے
تفریح کا باعث بنتے رہتے ہیں''۔

اگر چہ اُن کی ساری کتاب سیاست پر نہیں تاہم سیاسی ماحول کی عکاس ضرور ہے۔ کوئی بھی فنکار اپنے گرد و پیش سے کٹ کر نہیں رہ سکتا۔ اسے ملک کے معاشی اور معاشرتی حالات کبھی بین السطور اور کبھی ببانگ دہل اپنی موجودگی کا احساس دلاتے ہیں۔ اور پھر فنکار اگر مزاح نگار ہو تو اس کرب کو اپنے اندر جذب کر کے مسکراہٹوں کا نور بکھیرتا ہے۔ اس عمل انگیزی میں اس کا دل اندر سے زخمی ہو جاتا ہے مگر اس کے چہرے کی بشاشت اسی طرح قائم رہتی ہے۔ نوید ظفر کیانی بھی اسی طرح اپنے ملک کے دگرگوں حالات دیکھ کر مضطرب ہو جاتے ہیں اور پھر ان کا قلم یہ سارے دکھ درد سمیٹ کر اسے انبساط کی قوت سے تسخیر کرنے میں محو ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی کتاب کا آغاز جنوری ۲۰۲۵ء کے عنوان سے ایک قطعہ سے یوں کرتے ہیں ؎

خود کو بدل نہ پائے تو تبدیلی کے لیے
لوگوں نے آج گھر کا کلینڈر بدل لیا

خلائی مخلوق کے حوالے سے ان کا یہ قطعہ قابلِ توجہ ہے:

خان صاحب! آپ نے یہ کیسا جادو کر دیا
کم نظر سی قوم کو کیا کیا نہ دکھلانے لگے
جو سمجھ آتا نہیں تھا وہ سمجھ آنے لگا
جو نظر آتے نہیں تھے وہ نظر آنے لگے

نوید ظفر کیانی ملکی صورت حال پہ طنز و تمسخر سے کام لیتے ہوئے ہنسی ہنسی میں لوگوں کی توجہ مبذول کراتے ہوئے کہتے ہیں ۔

ایک مدت سے ہمارے ملک میں
از روئے قانون بندر شیر ہے

ملک کی ابتری میں جہاں سیاست دان، اشرافیہ، بیوروکریٹ، اور اسٹیبلشمنٹ برابر کے حصہ دار ہیں اسی طرح دوسرے مقتدر طبقے بھی اس صورتحال کے اتنے ہی ذمہ دار ہیں۔ نوید صاحب کو اچھی طرح خبر ہے کہ زرد صحافت قوم کے لیے کتنی خطرناک ہے۔ فیض احمد فیض کی نظم ''مجھ سے پہلی سی محبت مرے محبوب نہ مانگ'' کی پیروڈی یوں کرتے ہیں:

مجھ سے پہلی سی صحافت مرے محبوب نہ مانگ
اَن گنت برسوں سے آپے میں نہیں اہلِ قلم
ہیں لفافوں کی ہوس ناکی میں تِلکائے ہوئے
جا بجا بکتے ہیں اخبار نویسوں کے قلم
سارے ترغیب کے سکوں سے ہیں چندھیائے ہوئے
لوٹ جاتی ہے اُدھر کو بھی نظر کیا کہیے
اب بھی دلکش ہیں نظریات مگر کیا کہئے

اِسی طرح صحافت پر ان کی پر ایک اور نظم ہے ''میں ایڈیٹوریل لکھنے لگا ہوں'' ان ہی حالات کی عکاسی کررہی ہے۔ البتہ ادب و صحافت میں یہ ظلم ہوتا دیکھ کر بھی انہیں یقین نہیں آتا تو اس کی توجیہ یوں پیش کرتے ہیں۔

کوئی صحافی ظلم پہ کیسے چپ رہ سکتا ہے
منہ میں ہوگا پان رے بھائی مجھ کو کے کیجو ''ماپھ''

ظرافتی شاعری ہواور صنف نازک کا ذکر نہ ہو یہ ممکن نہیں۔لہٰذا محبوبہ ہو یا بیوی دونوں ہی نوید ظفر کیانی کی توجہ سے محروم نہیں رہے:

ے کس نے دیکھا کب کہیں ہرجائی ایسا ٹاپ کا
میرے سینے کا مکیں ہے اور دل ہے آپ کا

ے تیرے سوا بھی کافی پریاں اس میں رہتی ہیں
دل ہے کوہ قاف رے بابا مجھ کو کیجو ماپھ

ے جو طعنۂ بے حجابی دیتے ہیں عقل کے کس قدر ہیں اندھے
دبیز میک اپ کے پردے میں وہ حجاب میں گویا آرہے ہیں

مولوی حضرات صنف نازک سے چھیڑ چھاڑ پر فتوے دے سکتے ہیں لہٰذان کے لیے نوید ظفر کیانی نے زوجہ سے چھیڑ چھاڑ کا شرعی انتظام کیا ہوا ہے۔

اس لیے فیلڈر ہے وہ اچھا
گھر میں کرتا رہا ہے جوتے کیچ

شعری صنف تروینی میں کہتے ہیں:

پہلے پیار سے بیگم کہتے تھے
اب تم اُس کو مُنّے کی ماں کہتے ہو

ایک ہی سال میں کر بیٹھے ''ڈس اون'' اُسے

نوید صاحب کا کلام زندگی کی رونقوں سے کشید کیے گئے خوبصورت رنگوں سے شعری تصاویر بناتا ہے۔یہ رنگ کہیں شوخ اور چلبلے ہیں تو کہیں معاشرتی مسائل میں ڈوبے گھرے اور صوفیانہ:

ے چور نے آٹھ بار چوری کی
تب کہیں ''استری'' کو بھایا سوٹ

ے چاہتا ہے ہر گھرانے کا بڑا ایسی بہو
گائے جیسی خصلتیں ہوں، ہر کسو سے جائے نبھ

ے گھر میں گھر والی لگانے دیتی ہے سوٹے کہاں
جاتا ہوں دفتر تو بن جاتا ہوں انجن بھاپ کا

ے پیک سے کر سکتا ہوں رنگیں در و دیوار کو
کس کو دیوالی کا ہے ارمان منہ میں پان ہے

زیرِ نظر مجموعے میں یوں تو کافی غزلیات مختلف ردیفوں میں لکھی گئی ہیں مگر کچھ ردیفی غزلیات "ھ" کے ساتھ بہت نمایاں ہو کر سامنے نظر آتی ہیں ایسی غزلیات کے ردیف دیکھئے اونھ اور بولو شبھ شبھ، بیٹھ، گڑھ، اوبھ، آدھ، سکھ اور داڑھ۔ اِن مشکل ردائف میں نوید صاحب نے بہت عمدہ شعر کہے ہیں۔ نوید ظفر کیانی کیونکہ فیس بک اور دوسرے انٹرنیٹ ذرائع سے مختلف گروپوں میں طرحی مشاعرے، اور ردیفی مشاعرے کراتے رہتے ہیں لہٰذا اُن کی یہ زود گوئی اور ایسے قوافی و ردیف کا تواتر سے استعمال ہونا اس کا سبب ہو سکتا ہے۔

نوید ظفر کیانی کے ہاں پیروڈیوں کا بہت خوبصورت گلدستہ ہے۔ غزلیات کی پیروڈی کے علاوہ وہ فلمی گانوں کی بھی خوبصورت پیروڈیاں کرتے ہیں۔ سیف الدین سیفؔ کے ایک گانے کی پیروڈی دیکھئے:

اِس سے پہلے کہ تیرے ابّے کی
سُرخ بوٹی نگاہ بن جائے
زلزلہ آئے اُس کی مونچھوں میں

اِک طمنچے کی ٹھاہ بن جائے

مجھ پہ آجائے سارا ہی الزام

اور تُو بے گناہ بن جائے

میں ترے گھر سے دوڑ جاؤں گا

''گرہ کٹ گرہ'' کیانی صاحب کا بہت آزمودہ ظرافتی ہتھیار ہے جس کی بازگشت پچھلے مجموعوں میں بھی نظر آتی ہے۔ اس مجموعے میں انہوں نے صرف طنز و مزاح کے شعراء کے سنجیدہ اشعار پہ گرہیں لگائی ہیں جن میں اکبر الہ آبادی، انور مسعود، ضمیر جعفری اور عنایت علی خان کے بہت سے مصارع شامل ہیں، جو نہ صرف ان کی ظرافتِ طبع بلکہ صاحبِ مطالعہ ہونے کی بھی دلیل ہیں۔

ے ہائے کن بھوتوں کے ہتھے چڑھے اربابِ وطن
''ظلم پوشیدہ کیا کرتے ہیں جادو کی طرح'' (اکبر الہ آبادی)

ے مری وگ ہے ذرا ہلکی، سو یہی خوف رہے
''جب چلی تیز ہوا ایک تماشا ہوگا'' (انور مسعود)

ے آتی جاتی لڑکیوں سے پوچھ لیں گے راستہ
''راستے سے بے خبر رہنا بھی اچھی بات ہے'' (سیّد ضمیر جعفری)

ے کیری کیچر سا کوئی دکھائی دیا
''ہاتھ سے رکھ دیا آئینہ دیکھ کر'' (عنایت علی خان)

ے دبے نہ ایرے غیرے سے، پٹے تو تیرے ابّے سے
''ہمیں یہ فخر ہے ہم عزت رسوائی رکھتے ہیں'' (امیر الاسلام ہاشمی)

الغرض نوید ظفر کیانی ایسے زود گو شاعر ہیں جن کی شاعری زود ہضم ہے اور قاری کو تسخیر

میں مبتلا نہیں کرتی۔ زود گوئی کے باعث ان کا بہت اچھا کلام بعض اوقات کمزور اشعار کی بھیڑ میں چھُپ جاتا ہے، لہٰذا آج کل کے ''سلیکشنی دور'' کی مطابقت سے انہیں اس سے سبق سیکھنا چاہیے اور اپنے کلام کو معیار کی چھلنی سے گزار کر تمام کثافتوں سے پاک اشعار پر مبنی سلیکٹڈ کلام کی الگ ای بُک بنانی چاہیے۔

دِیباچہ کے پہلے حصے میں، میں نے اُن کی پچھلی تمام کتابوں کا سرسری جائزہ لیا ہے لیکن اِس میں ان کی کتاب'' فرازیالوجی'' کا تذکرہ شامل نہیں، جو الگ سے ایک تفصیلی مضمون کا متقاضی ہے۔ اِن کی ظرافتی سخن وری کھٹاس اور مٹھاس کا حسین امتزاج ہے جسے چکھ کر روح مسرور اور شاد ہو جاتی ہے۔ شکر کریں کہ نوید ظفر کیانی پان سے بھی شغل رکھتے ہیں، وگرنہ اس ظرافتی شاعر کے پندرہ عدد مطبوعہ اور ان گنت غیر مطبوعہ مجموعے ہمارا اور آپ کا جو حشر کرتے وہ ان کے اس شعر سے ظاہر ہے ؎

ہائے فرمائش غزل کی داغ دی ہے کس سمے
میں سنا دیتا تجھے دیوان، منہ میں پان ہے

نوید ظفر کیانی۔ بسیار نویس شاعر

(مجاہد ادیب شیخ)

نوید ظفر کیانی گزشتہ چار عشروں سے لکھ رہے ہیں اس لیے ان کی فنکاری، پختہ کاری اور مہارت پر کوئی کلام نہیں کیا جاسکتا ان کی طنزیہ و مزاحیہ شاعری طنزو مزاح کا بہترین امتزاج ہے اور اس میں طنزو مزاح کی تمام خصوصیات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں اس لیے کسی تحریر کا ان کے قلم سے نکلے ہونا ہی اس کی قہقہہ لاوری کی ضمانت ہے اور ان کے کلام سے لطف اندوز نہ ہوسکنے والا کوئی اعلیٰ درجے کا بدذوق یا سرے سے بے ذوق ہی ہوسکتا ہے ؎

شعر سُنے تو بول اٹھا ہر شخص "ارے"
شعر پڑھے یا شعروں پر الزام دھرے

کیانی صاحب اتنے بسیار گو نہیں جتنے بسیار نویس ہیں جس کا ثبوت یہ ہے کہ زیر نظر کتاب ان کی پندھرویں طنزیہ ومزاحیہ کتاب ہے جب کہ تین زیر تکمیل ہیں اس کے علاوہ ان کی غزلوں نظموں کی چھے کتب منظر عام پر آچکی ہیں اور ایک زیر ترتیب ہے۔ان کی یہ تمام کتب Pdf کی شکل میں نیٹ پر دستیاب ہیں۔شاید الیکٹرانک میڈیا کی یلغار کے باعث کتاب کے قاری کم اور طباعت کے اُخراجات زیادہ ہونے کی وجہ سے انھوں نے آن لائن نمودار ہونے کا فیصلہ کیا ورنہ شاید وہ اتنے کم عرصے میں اتنی زیادہ کتب سامنے نہ لاسکتے۔

وہ منفرد اور تیکھے لہجے کے شاعر ہیں جو ہزاروں میں الگ پہچانا جاتا ہے، اُن کا اپنا ہی انداز ہے جو کسی اور سے نہیں ملتا، منفرد لسانی اسلوب، مشکل اور جدید قافیے، ردیف، تشبیہات اور استعارے ان کی پہچان ہیں:

ے کیا لگے ہاتھ محلے کا کوئی سکینڈل
وقت ملتا نہیں ہمسائی سے گپنے کے لیے

ے ملا تو جدائی کا ایک اک فسانہ سنایا تجھے
مگر تیرا طرزِ تکلم نہ بدلا وہی ایک اونھ

ے ناک اسی کارن ہے کھینچو سیدھی لائن
پھر اس پر چلے چلو اور بولو شبھ شبھ

یہ عام بات نہیں کرتے بل کہ خاص موضوعات چنتے ہیں عام موضوع پر بات کریں بھی تو اس انداز سے کرتے ہیں کہ وہ خاص ہو جاتی ہے۔اس کے باوجود ان کے ہاں موضوعات کا بے حد تنوع ہے بل کہ معاشرے کی ہر مضحکہ خیزی ان کے کلام میں ہم کو نئے انداز سے دیکھنے کو مل جاتی ہے ے

یہ عصرِ نو کی عجیب گھاتیں، یہ بھائی لوگوں کی وارداتیں
جو مرد ہے مرد میسنا ہے، جو زن ہے نا قابلِ بیاں ہے

وہ اپنی شاعری میں بے دھڑک پنجابی الفاظ استعمال کرتے ہیں جو کہ انگوٹھی میں نگینے کی طرح فٹ ہو جاتے ہیں اور بالکل بھی اجنبی نہیں لگتے ے

اِس قدر "انّی" مچا رکھی ہے جب لیڈر نے
تو سیاست کو بنائے گا یہ کوڑا کرکٹ

اُنھوں نے مزاح کی ہر صنف میں کامیابی سے لکھا یہی وجہ ہے کہ وہ فرد، ثلاثی،

رباعی قطعہ، نظمِ معریٰ و آزاد، لمرک، ہزل، تضمین اور تحریف ہر میدان کے کھلاڑی ہیں۔مزید یہ کہ وہ مختصر غزل یا ہزل نہیں لکھتے، اُن کے اشعار عام شاعروں سے عموماً دگنے ہوتے ہیں۔لگتا ہے کہ الفاظ و قوافی ان کے سامنے ہاتھ باندھے قطار در قطار کھڑے رہتے ہیں کہ یہ جسے چاہیں جہاں چاہیں استعمال کرلیں،لیکن طوالت کے باوجود تخلیق کا حسن متاثر نہیں ہوتا،اس کی برجستگی، شگفتگی،تازگی،خندگی اور قہقہہ بارگی آخر تک برقرار رہتی ہے اور یہی ان کی کامیابی ہے ؎

اگرچہ باباجی کے سارے دانے مک گئے ہیں
مگر ماٹھا نہیں ہوتا ہے اربع زن کا چسکا

اُن کی اس کتاب کا پس منظر کچھ سیاسی بھی ہے جو کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ شاعر اور ادیب معاشرے کے حساس ترین افراد ہوتے ہیں اس لیے ناممکن ہے کہ وہ گردو پیش سے متاثر نہ ہوں بل کہ میرے خیال میں تو وہ زیادہ متاثر ہوتے ہیں اور موجودہ دور میں سیاست، آمریت اور جبر آپ کے گھروں تک پہنچ چکے ہیں، اِس صورت میں ادب برائے ادب کا علم کوئی کب تک اٹھائے رکھے،تب فرعونیت اور جبر کے خلاف جہاد فرض ہوجاتا ہے چاہے وہ قلم یا زبان کی حد تک ہی ہو۔کیانی صاحب نے اس جہاد کا حق بھی ادا کیا ہے اور احتجاج کے استعارے"اووووو۔۔" کا کینوس وسیع کرتے ہوئے اِس کی مضحکہ خیزی میں اور اضافہ کر دیا ہے۔مزید اُنھوں نے برائی کے استعاروں کی طرف محض اشارہ نہیں کیا ہے بل کہ بلاخوف وخطر ان کا نام لے کر ان کی نشان دہی بھی کی ہے جو کہ ظاہر ہے بہت دل گردے کا کام ہے۔جیسے ہر انسان کا کوئی سیاسی نظریہ اور آئیڈیل ہوتا ہے، اِن کا بھی ہے اور انھوں نے اسے منافقت یا غیر جانب داری کے پردوں میں چھپانے کی کوشش کرنے کی بجائے برملا اس کا اظہار کیا ہے اور اپنی قیادت کے مقہور ہونے کے باوجود اس کے ساتھ اپنی

اُ و

وابستگی کُھل کر ظاہر کی ہے۔کمال کی بات یہ ہے کہ وہ معاشرتی ناسوروں پر طنز کے ساتھ ساتھ دلچسپی بھی قائم رکھتے ہیں یہ الگ بات کہ کہیں کہیں ہنستے ہنستے آنسو بھی نکل آتے ہیں ۔

لوٹا گیا ہے سارا الیکشن اوووو
کر لی مچھندروں نے سلیکشن اوووو
وہ آپ لوٹ مار میں مصروف ہو گئے
ذمے لگی تھی جن کے کیکشن اوووو

ہم نے کبھی اِن کو TV کے مزاحیہ مشاعروں میں نہیں دیکھا اس کا مطلب یہ نہیں کہ اِن کی شاعری اس قابل نہیں بل کہ یہ TV پر مشاعرے پڑھنے والے کئی مسخروں سے اچھی اور معیاری شاعری کرتے ہیں۔اصل بات یہ ہے کہ صدر مقام پر رہائش پزیر ہونے کے باوجود انھوں نے اس سلسلے میں کبھی تعلقات بنانے یا استعمال کرنے کی کوشش نہیں کی کیوں کہ ان میں درویشوں والی کچھ خصوصیات پائی جاتی ہیں،اس لیے یہ کسی صلے کی تمنا یا ستائش سے بے نیاز ایک کونے میں بیٹھے اپنا کام کیے جارہے ہیں۔اِن کا اپنا ہی کہنا ہے:

ایک شاعر مجھ سے فرمانے لگے
شعر گوئی آپ پر جچتی نہیں
آپ کو شاعر کوئی کیسے کہے
آپ کی پبلک ریلیشن ہی نہیں

بہر حال آپ آگے بڑھیے، کتاب پڑھیے،اُمید ہے آپ مایوس نہیں ہوں گے۔ بفرضِ محال اگر آپ کو زیادہ مزا نہ بھی آیا تو آپ کا سیاسی شعور ضرور بہتر ہوگا۔

نوِیدظفرکیانی کی اُووووو

(ڈاکٹر رحمت عزیز خان چترالی)

نوید ظفر کیانی کا شمار ملک کے ممتاز مزاح نگاروں میں ہوتا ہے وہ طنز و مزاح کے شاعر ہیں ان کی پیروڈی بھی قارئین میں مقبول ہے، وہ لمرک، قطعہ، نظم، ترائیلے، تروینی اور ہزل بھی لکھتے ہیں۔ اِن کی حالیہ کتاب ” اُووووو“ طنزیہ و مزاحیہ شاعری کا مجموعہ ہے جو قاری کو ہنسنے، مسکرانے، قہقہہ لگانے اور سوچنے پر مجبور کرتی ہے۔” یکم جنوری ۲۰۲۵ءٔ“ کے بارے میں کہتے ہیں:

خوش فہمیوں کا پھیر لیا ہے بُرش کوئی
اِس طور اِرد گرد کا منظر بدل لیا
خود کو بدل نہ پائے تو تبدیلی کے لئے
لوگوں نے آج گھر کا کلینڈر بدل لیا

اِس کتاب میں مصنف نے اپنی تخلیقی سوچ اور طنز و مزاح کے حوالے سے اپنے خیالات کو شاعری کی صورت میں پیش کیے ہیں۔ نوید ظفر کیانی کی یہ شاعری ہمارے معاشرتی، سیاسی اور ذاتی مسائل کو ایک منفرد زاویے سے دیکھنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ ” آسیب“ کے عنوان سے لمرک میں کہتے ہیں:

اُ و

افراتفری سے بھرپور ہیں اب اپنے حالات
کیا بتلائیں اِس کے پیچھے کس کس کا ہے ہات
اپنے ملک میں بھی
ڈیمو کریسی تھی
لیکن اب تو چمٹے ہوئے ہیں نامعلوم جنات

کتاب کا مرکزی موضوع طنز و مزاح ہے، جس کے ذریعے مصنف نے معاشرتی ناہمواریوں، سیاسی منافقت اور روزمرہ کی زندگی کی مشکلات کو ہلکے پھلکے انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر نظم اور غزل میں شاعر نے قاری کو ہنسنے کے ساتھ ساتھ گہرا پیغام بھی دیتا ہوا نظر آتا ہے۔ کتاب میں "افراتفری"، "کمینی شوگر"، "آسیب" اور دیگر موضوعات پر مزاحیہ انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے جو قاری کو زندگی کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ کمینی شوگر کے بارے میں وہ کہتے ہیں:

جتنے بھی امراض ہیں اُن میں شوگر بڑی کمینی
ہر موقع بے موقع تھامے ظالم میری بینی
بسکہ ہوں محتاط بہت
دِل پر لے لی بات بہت
ڈال رہا ہوں چائے میں گِن گِن نقطہ نقطہ چینی

کتاب کی ساخت متنوع ہے۔ اس میں غزلیں، نظمیں اور لمرک شامل ہیں جو طنزیہ و مزاحیہ شاعری کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں۔ مصنف نے ہلکے پھلکے الفاظ کے ساتھ زندگی کی تلخ حقیقتوں کو پیش کیا ہے۔ ان کا انداز بیاں نہایت سادہ اور دلکش ہے جو قاری کو جلد ہی اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ وہ کہتے ہیں ؎

کس نے دیکھا کب کہیں ہرجائی ایسا ٹاپ کا
میرے سینے کا مکیں ہے اور دِل ہے آپ کا
ڈالتا آیا ہے جیون اِس پہ لا کر عمر بھر
کوئی بھی کمبل نہیں لیکن ہوس کے ناپ کا
میری بانچھیں پھیلتی جاتی ہیں تجھ کو دیکھ کر
تیرے مسکانے میں کیا جاتا ہے تیرے باپ کا
دِل جو مانگا تو کہا اُس شوخ نے ہنستے ہوئے
آئٹم ہے غالباً یہ تو مٹن کی شاپ کا

نوید ظفر کیانی نے اپنی شاعری میں مختلف ادبی آلات کا بھی استعمال کیا ہے جن میں طنز، مزاح، تشبیہ و استعارہ وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی شاعری میں معاشرتی اور سیاسی خرابیوں پر گہرا طنز موجود ہے جیسا کہ "لوٹا گیا ہے سارا الیکشن اُووووو" میں سیاسی طنز موجود ہے۔

ہلکے پھلکے جملے اور روزمرہ کی زندگی کے مسائل کو مزاحیہ انداز میں پیش کیا گیا ہے جیسا کہ "کمینی شوگر" میں دیکھا جا سکتا ہے۔ "دل کے سیکشن" اور "باغی دماغ" جیسے استعارے بھی استعمال کیے گئے ہیں۔ اشعار میں قافیہ اور ردیف کا استعمال شاعری کو خوشگوار بناتا ہے۔

کیانی کہتے ہیں:

منہ دیکھتے ہی رہ گئے اہلِ دیار اور
ہتھیا لئے ہیں سارے وسائل دیار کے
ہم سے ہوا نہ ہضم تو اکلِ حلال بھی
اور آپ تو حرام بھی نکلے ڈکار کے

کتاب "اُووووو" میں موجود شاعری کی تفصیلی جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے

کہ مصنف نے معاشرتی مسائل کو نہایت گہرائی سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی شاعری میں مزاح اور طنز کا حسین امتزاج قاری کو سوچنے اور غور و فکر کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ وہ کہتے ہیں ؎

مدتوں سے ہیں مقتدر لیکن
وہ سیاست کے ہیں ابھی رنگروٹ
گا نے پائے نہیں غزل تو ظفرؔ
بزمِ شعری میں ہو گئے ہم ہوٹ

سیاسی حالات پر گہری طنز "کٹھ پتلی تماشے" اور "جمہوری حکومت" جیسے اشعار میں نمایاں ہے۔ "آسیب" میں معاشرتی افراتفری اور "کمینی شوگر" میں صحت کے مسائل کو مزاحیہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ "درون دفتر" اور "سنڈے" جیسی نظموں میں عام آدمی کی زندگی کی مشکلات کو خوبصورتی سے بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اپنے ایک قطعہ میں وہ کہتے ہیں:

خان صاحب! آپ نے یہ کیسا جادو کر دیا
کم نظر سی قوم کو کیا کیا نہ دکھلانے لگے
جو سمجھ آتا نہیں تھا وہ سمجھ آنے لگا
جو نظر آتے نہیں تھے وہ نظر آنے لگے

نوید ظفر کیانی کی کتاب "اُووووو" طنزیہ و مزاحیہ ادب میں ایک اہم اضافہ ہے۔ یہ کتاب نہ صرف قاری کو ہنساتی ہے بلکہ زندگی کے گہرے پہلوؤں پر غور و فکر کرنے کی دعوت بھی دیتی ہے۔ نوید ظفر کیانی کہتے ہیں ؎

تیرے غم ہیں ہزار لکھ نہ لکھ
اے ظرافت نگار لکھ نہ لکھ

لوٹا، لوٹا ہے اُس کو کہہ نہ کہہ

لیڈری ہے بخار لکھ نہ لکھ

مختصر ہے خوشی کا ہر اتوار

آ گیا سوموار لکھ نہ لکھ

شاعر اپنے منفرد انداز اور مزاحیہ اسلوب کی وجہ سے اُردو شاعری کے میدان میں ایک نمایاں مقام کا حقدار ہے۔ یہ کتاب طنز یہ و مزاحیہ ادب کے شائقین کے لیے ایک قیمتی تحفہ ہے۔ میں شاعر کو اس مہنگائی اور ٹینشن کے دور میں غریب کے چہروں پر مسکراہٹ لانے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

یکم جنوری ۲۰۲۵ء

خوش فہمیوں کا پھیر لیا ہے برش کوئی
اِس طور اِرد گرد کا منظر بدل لیا
خود کو بدل نہ پائے تو تبدیلی کے لئے
لوگوں نے آج گھر کا کلینڈر بدل لیا

☺

لُوٹا گیا ہے سارا الیکشن اُووووو
کر لی مچھندروں نے سلیکشن اُووووو

وہ آپ لوٹ مار میں مصروف ہو گئے
ذمے لگی تھی جن کے کریکشن اُووووو

تم دیکھنا کہ کس طرح باجا بجائے گا
جب دے گا سرپرائز ری ایکشن اُووووو

اب کیا کرے دماغ کہ چلتا نہیں ہے بس
باغی ہے ایک دِل کا ہی سیکشن اُووووو

پچھواڑے پہ بھی لات ہے درکار غالباً
کب مانتے ہیں یونہی رجیکشن اُووووو

شاباش بھی ہے تھپکی بھی ہے اور لات بھی
رکھتے ہیں ہر طرح کی کولیکشن اُووووو

کیا ایڈ کر سکے گا وہ اعمالِ عشق میں
کر کے ہمیں کو ہم سے ڈیڈیکشن اُووووو

کیا جذبِ باہمی کی مساعی کرے کوئی
جب شارک کاٹ لے گی کنکشن اُووووو

یہ عارضۂ طنز و مزاح یوں نہ جائے گا
درکار ہے ظفرؔ کو انجیکشن اُووووو

آسَیُبْ

(لمرک)

افراتفری سے بھرپور ہیں اب اپنے حالات
کیا بتلائیں اِس کے پیچھے کس کس کا ہے ہات
اپنے ملک میں بھی
ڈیمو کریسی تھی
لیکن اب تو چمٹے ہوئے ہیں نامعلوم جنات

کَمِینِی شُوگَرُ

(لمرک)

جتنے بھی امراض ہیں اُن میں شوگر بڑی کمینی
ہر موقع بے موقع تھامے ظالم میری بینی
بسکہ ہوں محتاط بہت
دِل پر لے لی بات بہت
ڈال رہا ہوں چائے میں گن گن نقطہ نقطہ چینی

☺

کس نے دیکھا کب کہیں ہرجائی ایسا ٹاپ کا
میرے سینے کا مکیں ہے اور دِل ہے آپ کا

ڈالتا آیا ہے جیون اِس پہ لا کر عمر بھر
کوئی بھی کمبل نہیں لیکن ہوس کے ناپ کا

میری باچھیں پھیلتی جاتی ہیں تجھ کو دیکھ کر
تیرے مسکانے میں کیا جاتا ہے تیرے باپ کا

دِل جو مانگا تو کہا اُس شوخ نے ہنستے ہوئے
آئٹم ہے غالباً یہ تو مٹن کی شاپ کا

مونچھیں ہوں تو اُس کُڑی کو ہم بھی بولیں چودھری!
اُس کا چہرہ ہے مرقّع خاندانی چھاپ کا

گھر میں گھروالی لگانے دیتی ہے سوٹے کہاں
جاتا ہوں دفتر تو بن جاتا ہوں انجن بھاپ کا

ہونٹوں میں سگریٹ لئے رہتا ہوں میں (اُس کا پپا)
جیسے لپکا ہو مرے بیٹے کو لالی پاپ کا

عشقِ موسیقی نے کر ڈالا نِرا زنخا اُسے
بسکہ کٹھ پتلی ہے اب وہ ڈھولکی کی تھاپ کا

ایسا پاپی گیت گایا پاپ سنگر نے ظفرؔ
جس کو سننا بھی سراسر کام ہوگا پاپ کا

آپؔ

منہ دیکھتے ہی رہ گئے اہلِ دیار اور
ہتھیا لئے ہیں سارے وسائل دیار کے
ہم سے ہوا نہ ہضم تو اکل حلال بھی
اور آپ تو حرام بھی نکلے ڈکار کے

خَانُ صَاحَبُ!

خان صاحب! آپ نے یہ کیسا جادو کر دیا
کم نظر سی قوم کو کیا کیا نہ دکھلانے لگے
جو سمجھ آتا نہیں تھا وہ سمجھ آنے لگا
جو نظر آتے نہیں تھے وہ نظر آنے لگے

عَامْ سِی پَرِیتْ کَہَانِی

کل تک پیاری!
تُو آیا کرتی تھی اکثر
اپنے گھر کی بڑی سی چھت پر
کپڑے سکھانے
خود کو دکھانے
تیری دید کی خاطر میں بھی
اپنے کمرے کی کھڑکی میں
مورچہ زن تھا
جانے کیسا حسنِ ظن تھا
مجھ کو لگتا تھا کہ جیسے
کر کے ایسے

میں نے تجھ کو اپنے جیون کی بانہوں میں بھر لینا ہے
الفت کے اِس معرکے کو سر کر لینا ہے
حسن کا سبزہ چر لینا ہے

لیکن ہائے!
عشق نہ پہنچا اپنے تاج محل تک پیاری!
آج۔۔۔ابھی دو گھنٹے پہلے
تیرے گھر سے
تیرا بھائی میرے گھر میں لڈّو لایا
اور بتلایا
باجی کی تاریخ ہوئی طے
دو ہفتوں کے بعد جو سنڈے آنا ہے، اُس دِن شادی ہے

توبہ! توبہ!!
کیسی دہشت گرد خبر تھی
اِک پل میں ہی
دِل کا کباڑہ کر ڈالا ہے

ارمانوں کا سر ہے کہیں اور دھڑ ہے کہیں
یوں کھوئے کہ ملے نہیں

جوشِ جنوں نے مجھ کو صلاح دی
ایسا ہونے نہ دے ہرگز
اِس دنیا کو
اپنا زورِ بازو دکھلا
بہرِ عشق سماج سے ٹکرا
بتلا دے کہ تجھ میں بھی ہے
رانجھے کے تیشے سی شدت
قیس سی وحشت

لیکن ہائے!
کیا کیجے یہ سوچ کے میں پھر
ٹھنڈا اٹھا رہوا ہوں یکسر
تیرا ابّا۔۔۔زور وزر والا ہے خاصا
تیرے بھیّا۔۔۔سنڈوں سے کچھ بڑھ کر ہی ہیں "تھوڑا اماسا"

اپنے غیض کے سینگوں پر لے لیں گے مجھ کو
اِدھر اُدھر پیلیں گے مجھ کو
لے کر غیرت کا وہ ترکش
تیروں سے کر دیں گے چھلنی
یہ میری اپنی ہے چوائس
لاش بنوں یا تیرے ہونے والے بچوں کا میں ماموں

اور اب ہے یوں
جذبوں کی جو چڑھی تھی ندّی
وہ شدت سے اُتر چکی ہے
میں بھی اپنے تاڑ جھروکے سے پیچھے کو کھسک گیا ہوں
تُو بھی چھت سے اُتر چکی ہے

وصالِ کی لذّتیں رہیں کیوں بھلا اُدھوری
مصافحے میں معانقے کی ہوس ہو پُوری

عَقَلُ بَڑِی کَہُ بھَینُسُ

راتٗ تھی کالی

اک صاحب سگریٹ سلگانے کو اُٹھے

لیکن ڈھونڈے سے بھی ماچس مل نہیں پائی مطلق اُن کو

بسکہ بڑے مایوس ہوئے وہ

سو گئے موم بتّی کو بجھا کے

☺

خاک اہلِ وفا کو ملتا فروٹ
کہ جہاں کا چلن ہے لوٹ کھسوٹ

عزتِ نفس ہی نہیں جن میں
چاٹ سکتے ہیں ہر طرح کے بوٹ

عشق کیا ہو وہاں کی پریوں سے
جہاں جائے نہ میٹرو کا روٹ

چور نے آٹھ بار چوری کی
تب کہیں اِستری کو بھایا سوٹ

محوِ غُزّاں ہیں اُس کے ویر و سگ
پہلی فرصت میں کوئے یار سے پھوٹ

آخر اُس نے بنا دیا قیمہ
جس کو کہتا تھا کوئی انگ اٹوٹ

جس نے مسکہ لگایا افسر کو
صدقِ اولیٰ اُسی کا ٹھہرا جھوٹ

اب سیاست کو دیکھ کر یوں لگے
ہو رہا ہے کوئی ڈرامہ شوٹ

رَب کی رسّی دراز ہے کتنی
تم کو کھل کھیلنے کی کیوں ہے چھوٹ

ساری دنیا ہے دھوکے کی ٹٹّی
جا کے خود کو ہی لوٹ سیل میں لوٹ

ازدواجی مجاہدین ہیں سب
زن مریدوں کو ہے مرا سیلوٹ

جس سے کرتا رہا ہے عشق بہت
اُس کی بارات میں تُو پیسے لوٹ

رُول کرنا اُسی کا حق ٹھہرا
ڈال سکتا ہے جو جہاں میں پھوٹ

مدتوں سے ہیں مقتدر لیکن
وہ سیاست کے ہیں ابھی رنگروٹ

گانے پائے نہیں غزل تو ظفرؔ
بزمِ شعری میں ہو گئے ہم ہوٹ

سَوُرِیُ!

اپنے ناز اپنی ادائیں مجھ پہ ضائع مت کرو
اب یہی بہتر ہے کرلو اپنا کوئی بندوبست
اور کوئی بھی نہیں درکار اب مجھ کو کرش
یار میری تو ہے چودہ فروری چودہ اگست

تَنُگ لَبُاُدَہُ

ہائے یہ تنگ لبادہ کُڑیاں
پہن کر کیسے ظفرؔ چلتی ہیں
دیکھتی آنکھ بھٹک جاتی ہے
زیر کو کر کے زبر چلتی ہیں

مُخَمَّس بَر غَزَل

(نَظِیرؔ اَکبَر آبَادِیؒ)

پارلر میں گیا، اہا ہا ہا
رنگ و روغن ہوا اہا ہا ہا
جلوہ چمکا ہے کیا اہا ہا ہا
"حُسن اُس شوخ کا، اہا ہا ہا
جِن نے دیکھا، کہا اہا ہا ہا"

زلف بھی ناچتی ہے رہ رہ کر
گال بھی پڑھتے جاتے ہیں منتر
سرخئ لب بھی دیتی ہے چکر
"تیغِ ابرو بھی کرتی ہے دل پر
وار کیا کیا نیا اہا ہا ہا"

دیکھ کر اپنے "جھونگے" سی تنخواہ
دِل سے ہو نہ سکا ہوں میں گمراہ
جذبِ دل یار کا مگر واہ واہ
"طائرِ دل پہ اُس کا بازِ نگاہ
جس گھڑی آ پڑا اہا ہا ہا"

کسی پپا کی وہ پری او ہو
اپنے نخروں میں ہی رہی او ہو
پر جو دِل کی لگن لگی او ہو
"آن پر آن وہ اجی، او ہو
اور ادا پر ادا اہا ہا ہا"

سونتے چشم و لب گیا وہ شوخ
(کہ دکھانے کو چھب گیا وہ شوخ)
کس لئے مضطرب گیا وہ شوخ
"بزمِ خوباں میں جب گیا وہ شوخ
اپنی سج دھج بنا اہا ہا ہا"

کیا کہوں کس طرح سنورتی ہے
مارتی ہے یا آپ مرتی ہے
زیست کا سارا کھیت چرتی ہے
"ناز سے جو نہ ہو وہ کرتی ہے
چپکے چپکے حیا اہا ہا ہا"

دیکھ کر حسنِ پُر شباب کی کھیر
رال ٹپکاتے تھے جوان و پیر
مستیوں میں تھے اُس کے سارے اسیر
"کی او ہو ہو کسی نے دیکھ نظیرؔ
کوئی کہنے لگا اہا ہا ہا"

اَیکُ شعَرُ

ویسے ازل سے غیر سیاسی ہے "دستِ غیب"
جمہوریت کو گچی سے پکڑے ہوئے تو ہے

☺

قوم کی ایسے نظامِ بے نمو سے جائے نبھ
آخرش ہر ساس کی جیسے بہو سے جائے نبھ

وہ بھی ڈِ نگا، ہم بھی ٹیڑھے، سو دعا ہے یہ مری
تیرے میرے جیسے چیلوں کی گرو سے جائے نبھ

آپا دھاپی کے زمانے میں نہیں لگتا مجھے
اِس کپٹّی دنیا سے کچھ آبرو سے جائے نبھ

چاہتا ہے ہر گھرانے کا بڑا ایسی بہو
گائے جیسی خصلتیں ہوں، ہر کسو سے جائے نبھ

کنگلے عاشق کو فقط ایسی کُڑی درکار ہے
عشق میں جو چپ چپیتے کھائے بھو سے، جائے نبھ

عقد کر کے ہر پری بن جاتی ہے کیوں بھوتنی
کاش بیوی بن کے جانِ آرزو سے جائے نبھ

کیسے ممکن ہے کہیں برتن ہوں اور کھڑکیں نہیں
ہم نوالہ، ہم پیالہ، ہم سبو سے جائے نبھ

جن کا ماٹو لوٹنا ہے اور باہر بھاگنا
اُن کی کیسے اِس وطن کے کاخ وکو سے جائے نبھ

اُلٹے سیدھے شعر کا ہے کو کہے جائے ظفرؔ
جب تعلق ہلکی پھلکی گفتگو سے جائے نبھ

یہ کالم

(نظمِ معین)

یہ کالم!
جو لکھا ہے میں نے
یہ کس موضوع پر ہے، نہ پوچھو!
یہ مجھ لکھنے والے کو بھی کب پتہ ہے !!
بہر سمت پھیرا ہے اِس کو
جو بیٹھا ہوں لکھنے
یہ کالم!

☺

عشق ون وے ٹریفک رہی عمر بھر، حسن کا نازنخرہ بھی چلتا رہا، وقت کٹتا رہا
اُن سے ملنا ملانا بھی ہوتا رہا اور ٹھینگے پہ رہنا بھی چلتا رہا، وقت کٹتا رہا

ابن آدم کے جیون کا مقصد تو ہے بنت حوا کو مائل کریں، اُن کی خوشنودی حاصل کریں
ناز برداری والوں کی پاپا کے شہ، صنفِ نازک کا قصہ بھی چلتا رہا، وقت کٹتا رہا

یہ منافق زمانہ منافق رہا سو مزاج اپنا اِس کے موافق رہا، ہم بھی ویسے بنے
جب علم لے کے نکلے رہِ زیست میں، نیّتوں کا ترنگا بھی چلتا رہا، وقت کٹتا رہا

سیمینار ایک ترکِ نشہ پر تھا وہ، جس میں ہم تھے مدعو، اپنے علم و فضیلت کی لے کر نمو
بسکہ لیکچر بھی ٹاپک پہ جاری رہا اور سگریٹ کا سُوٹا بھی چلتا رہا، وقت کٹتا رہا

ہاتھ چھٹ جائے گا جب ترا جانِ جاں، لنگڑا ہو جاؤں گا، لُولا بن جاؤں گا، یہ تھا تیرا گماں
دیکھ! تُو ہم سفر جو نہیں، کیا ہوا، میں اُسی طرح تنہا بھی چلتا رہا، وقت کٹتا رہا

یوں تو خاصا بلند اُن کا معیار تھا، کوئی شاہ رُخ، سلیمان درکار تھا، اپنا کم چانس تھا!
زوروزر کا مگر سین دیکھا گیا، تو دولہا روڈا لگنجا بھی چلتا رہا، وقت کٹتا رہا

جس کا جو بھی نشہ تھا اُسے مل گیا، ہر طریقے سے جنتا لبھائی گئی، ڈھب پہ لائی گئی
نظریے کی بھی ہنڈیا چڑھائی گئی، ساتھ میں حلوہ مانڈا بھی چلتا رہا، وقت کٹتا رہا

شارٹ کٹ نہ لگا، پھر بھی چنگا ہوا، پار بیڑا ہوا، سنگِ میل اپنے مکتے رہے بارہا
رُکنے والے بھی رُکتے رہے بارہا، چلنے والوں کا چلنا بھی چلتا رہا، وقت کٹتا رہا

دوسروں کے لئے سخت میرٹ رہا، بین الاقوامی معیار مدِ نظر خاص رکھا گیا
اپنے بھانجوں بھتیجوں کا جب مسئلہ آیا تو اونگا بونگا بھی چلتا رہا، وقت کٹتا رہا

شوقِ بریانی میں جلسہ گاہوں میں ہم، جب لیا جا کے دم، پُرفتن بھی بنے، نعرہ زن بھی رہے
مقتدر دیگ سے خوشبو آتی رہی، کوئی نہ کوئی کڑچھا بھی چلتا رہا، وقت کٹتا رہا

عمر فکرِ سخن میں کٹی ہے سدا، غمِ دوراں رہا نہ غمِ جاں رہا، ہم کو سب کچھ ملا
منتظم سے لفافے بھی ملتے رہے، داد کا دال دلیا بھی چلتا رہا، وقت کٹتا رہا

مَشہُور شاعِر

اِتنے سکتے ہیں، سُن کے سکتہ ہے
کھل رہا ہے کلام ہم کو تو
لیکن اب کچھ بھی ہو نہیں سکتا
اب تو مشہور ہو گیا ہے وہ

مُشکِل سی مُشکِل

خوب ترنّم ہے اُس کا
اور پڑھتے میں رقص بھی ہے
ایسے میں وہ کیوں مانے
اُس کے شعر میں نقص بھی ہے

تیرے غم ہیں ہزار لکھ نہ لکھ
اے ظرافت نگار لکھ نہ لکھ

لوٹا لوٹا ہے اُس کو کہہ نہ کہہ
لیڈری ہے بخار لکھ نہ لکھ

مختصر ہے خوشی کا ہر اتوار
آ گیا سوموار لکھ نہ لکھ

رال دِل کی ٹپکتی ہے اُس پر
خود کو امیدوار لکھ نہ لکھ

چوہوں کی ہے غذا پسندیدہ
گولیاں چوہے مار، لکھ نہ لکھ

تیرا مسر ہون تو نہیں اخبار
تُو اے کالم نگار لکھ نہ لکھ

سالیوں پر قلم اُٹھا نہ اُٹھا
یہ ہیں قسمت کی مار، لکھ نہ لکھ

نشریئے میں دھماکہ بولا گیا
وہ تھی تیری ڈکار لکھ نہ لکھ

فاقہ مستوں کی داستاں ہے "اِن"
دال کا ہر بگھار لکھ نہ لکھ

سب میاؤں کے بخت میں ہوں گی
بیویاں تھانیدار لکھ نہ لکھ

نہیں خفتہ نوشتۂ دیوار
پڑھ چکا ہے دیار لکھ نہ لکھ

پہلی سی صحافت

(فیض احمد فیض کی نظم "پہلی سی محبت" کی پیروڈی)

مجھ سے پہلی سی صحافت اے مری قوم نہ مانگ

میں نے سمجھا تھا صحافی کی مزے میں ہے حیات
زیست یوں ہو تو غمِ دہر کا جھگڑا کیا ہے
اِسی پیشے سے تو ہے عزت و شہرت کو ثبات
اب صحافت کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے

میں صحافی بنوں تو بخت نگوں ہو جائے
یُوں نہ تھا، میں نے فقط چاہا تھا یوں ہو جائے

اور بھی قصّے ہیں دنیا میں شرافت کے سِوا
راحتیں اور بھی ہیں عزت و شہرت کے سِوا

اَن گنت برسوں سے آپے میں نہیں اہلِ قلم
ہیں لفافوں کی ہوسناکی میں تِلکائے ہوئے
جا بجا بکتے ہیں اخبار نویسوں کے قلم
سارے ترغیب کے سِکّوں سے ہیں چندھیائے ہوئے

خبریں کب پکتی ہیں اخبار کے تنوروں میں
نعمتیں اُگتی ہیں اغراض کے معموروں میں

لوٹ جاتی ہے اِدھر کو بھی نظر کیا کیجے
اَب بھی دلکش ہیں نظریات مگر کیا کیجے

اور بھی قصے ہیں دنیا میں شرافت کے سِوا
راحتیں اور بھی ہیں عزت وشہرت کے سِوا

مجھ سے پہلی سی صحافت اے مری قوم نہ مانگ

☺

وہ فاصلے جو کاکروچ کی اڑان سے گئے
وہ تیر تھے جو ایک لمحے کی کمان سے گئے

ہمیشہ سے ہیں سر پھرے گٹر میں بار ہا گرے
نہ ہم کو عقل آسکی نہ آپ دھیان سے گئے

سمے کی زور آوری تو عشق کو ہی لے اُڑی
ہمارے بھی بہت سے جذبے تھے پٹھان سے، گئے

دوکاندار کی یہی ہے روز و شب کی داستاں
اُٹھے دوکان کو گئے، چلے دوکان سے گئے

چڑھا کے ہم کو بانس پر وہ ہو گئے اِدھر اُدھر
لگا کے ہم کو رہگذر پہ درمیان سے گئے

وہ قرض دینے والے دیکھتے ہی رہ گئے اُنہیں
وہ قرض مانگنے گئے تو کتنی شان سے گئے

ہم آن کر کھڑے ہوئے تو دیکھتے ہی دیکھتے
جو لگ رہے تھے ہر کسی کو ڈان ڈان سے، گئے

جو پچھلی بار "بیستی" ہوئی تھی اُس کو بھول کے
وہ پھر سے بزمِ ناز میں بڑے ہی مان سے گئے

یہی نظام بھاشنوں کے کہنے سننے کا ہے کیا؟
جو سیدھے کان سے گھسے تھے، اُلٹے کان سے گئے

رُوزگار

پوچھ کر روزگار کی بابت
دِل دُکھانے کا کام کرتے ہیں
اِن دِنوں ہے ہمیں الرجی سی
بس کھجانے کا کام کرتے ہیں

طِبّی مشورے

اِک ذرا بیمار ہو کر دیکھ لیجے گا ظفرؔ
آپ کے اعزاء کے کھل جائیں گے جوہر آپ پر
اِس طرح آ آ کے دیں گے مفت طبّی مشورے
جیسے اِن جیسا نہ ہو کوئی طبیب پیشہ ور

☺

کلغی والوں کو جو بھائے گا یہ کوڑا کرکٹ
نسخۂ قوم میں لائے گا یہ کوڑا کرکٹ

تب چلا پائیں گے سسٹم کی صفائی کی مہم
جب نظر آپ کو آئے گا یہ کوڑا کرکٹ

جس نے اِس ملک میں آلودگی پھیلائی ہے
اُس کے ذمے ہے، ہٹائے گا یہ کوڑا کرکٹ

بسکہ پائی ہے مئیر شپ کسی دونمبری سے
شہر کا شہر بنائے گا یہ کوڑا کرکٹ

وہ صحافت کہ جہاں لعل و گہر ملتے تھے
اب وہاں پر بھی تُو پائے گا یہ کوڑا کرکٹ

لے کے مہمان کو جاتا ہے سجی بیٹھک میں
کیوں کوئی گھر کا دِکھائے گا یہ کوڑا کرکٹ

کب تلک تجھ کو بچائے کا پروپیگینڈا؟
ساری دنیا سے چھپائے گا یہ کوڑا کرکٹ؟؟

اِس قدر "اَنّی" مچا رکھی ہے جب لیڈر نے
تو سیاست کو بنائے گا یہ کوڑا کرکٹ

یہ کثافت تو کہیں جسم کے اندر ہے ظفرؔ
کسی جھاڑو سے نہ جائے گا یہ کوڑا کرکٹ

بَالُ کٹوَاُنَاَ

بال کا سائز ہوا ہپیوں کے ناپ کا
تو کیا میں نے بھی رُخ باربر کی شاپ کا
ڈرتے ڈرتے ہی ہوا میرا تو جانا میاں
بال کٹوانا میاں
خالہ جی کا گھر نہیں

باربر کی شاپ پر ہر طرح کے لوگ تھے
سب کے گیسو تھے دراز گویا یکساں روگ تھے
بعضوں کا مقصود تھا سر کو منڈوانا میاں
بال کٹوانا میاں
خالہ جی کا گھر نہیں

میری باری آئی تو میں نے یوں لے لی چیئر
جیسے ہو کوئی مریض سرجری کی میز پر
بال کٹوانا لگا خود کو کٹوانا میاں

بال کٹوانا میاں
خالہ جی کا گھر نہیں

باربر کی تو زباں کر کے اوسانوں کو کیچ
ساتھ ہی چلتی رہی جیسے قینچی سے ہو میچ
ساری دنیا کا سُنا میں نے افسانہ میاں

بال کٹوانا میاں
خالہ جی کا گھر نہیں

کاٹ تھی مقراض کی اُسترے کی دھار تھی
باربر تھا جنگ جُو جاری کوئی وار تھی
سر پہ منڈلاتا ملا خطرہ انجانا میاں

بال کٹوانا میاں
خالہ جی کا گھر نہیں

دیکھتے ہی دیکھتے بال آئے فرش پر
یوں ہوا ویران سر جیسے پت جھڑ میں شجر
شکر ہے لوٹا بخیر دے کے نذرانہ میاں

بال کٹوانا میاں
خالہ جی کا گھر نہیں

سِیدِھی بَاُت
(ترائیلے)

جمہوری حکومت ہے تو جمہور بھی ہوں گے
کٹھ پتلی تماشے کو سیاست نہیں کہتے
آئین بھی ہوں گے یہاں دستور بھی ہوں گے
جمہوری حکومت ہے تو جمہور بھی ہوں گے
کر پائے گا، جس کام پہ مامور بھی ہوں گے
اِک ذیلی ادارے کو ریاست نہیں کہتے
جمہوری حکومت ہے تو جمہور بھی ہوں گے
کٹھ پتلی تماشے کو سیاست نہیں کہتے

☺

چشمہ ہے پردھان رے بھیّا مجھ کو کیجو ماپھ
پکڑے دونوں کان رے بھیّا مجھ کو کیجو ماپھ

کب یہ حکم سماج کا مانے بابِ الفت میں
دل تو ہے عمران رے بھیّا مجھ کو کیجو ماپھ

بیگم کے آگے بس میری چپ سے ہے قائم
گھر کا امن امان رے بھیّا مجھ کو کیجو ماپھ

کوئی صحافی ظلم پہ کیسے چپ رہ سکتا ہے
منہ میں ہو گا پان رے بھیّا مجھ کو کیجو ماپھ

جو مجھ کو قربانی کا اک ڈنگر سمجھا ہے
اُس پر ہوں قربان رے بھیّا مجھ کو کیجو ماپھ

کیوں نہ اپنے دیس میں پیارے سب کچھ الٹا ہو
مالک ہے دربان رے بھیّا مجھ کو کیجو ماپھ

دیس کے لاکھوں دہقانوں نے ماری ہے کیا جھک
مہنگا ہے کیوں نان رے بھیّا مجھ کو کیجو ماپھ

ایسا کوئی بیچ کا رستہ پھڈے میں مل جائے
ٹوٹے جس پر تان رے بھیّا مجھ کو کیجو ماپھ

کیا بس اہلِ ذوق ظفرؔ رہوں میں ہی دنیا میں
لے آئے دیوان رے بھیّا مجھ کو کیجو ماپھ

(ابن انشاء کی غزل کی پیروڈی)

کہیں پہ لہنگا لٹک رہا ہے، کہیں پہ بنیان بے اماں ہے
مگر جو اُس کا مزاج پوچھو، وہ شخص نوّابِ ہر جہاں ہے

درونِ دفتر تو روز افسر کی ڈانٹ ہے اور کہاں کہاں ہے
اگر یہی بختِ ماتحت ہے، فغاں ہے اے دوستو فغاں ہے!

یہ عصرِ نو کی عجیب گھاتیں، یہ بھائی لوگوں کی وارداتیں
جو مرد ہے مردِ میسنا ہے، جو زن ہے ناقابل بیاں ہے

یہاں وہاں پر میں وسعتِ شہر میں اکیلا سا پھر رہا ہوں
سٹیٹ ایجنٹ تو ہی کہہ دے کہیں کرائے کا بھی مکاں ہے؟

نہ سینس فن میں کوئی ہویدا، نہ اِن کے اندر گریس پیدا
وہی ہے معیارِ فلم و ٹی وی، وہی شعارِ ستارگاں ہے

نہ ایسے کھانے کی آرزو تھی، نہ ایسے پینا ہماری خو تھی
ہماری یاروں میں آبرو تھی، پر اب وہ بٹوے میں زر کہاں ہے

تمہیں نے پوچھا نہیں وکیلو! بہے ہی جاتے ہو بے دلیلو!!
وگرنہ ہم بھی نہیں ہیں گونگے، وگرنہ اپنا بھی کچھ بیاں ہے

نہ اُن کے بوتھے پہ روپ دیکھا، نہ اُن کی خوبو کو چج کا پایا
مگر وہ اِتراتی پھر رہی ہیں، عجیب کُڑیوں کا کارواں ہے

تم اپنے کیانی کو نِل بٹانِل ہی جانتے ہو، پھر اِس سے مطلب
وہ اُڑ رہا ہے یا رینگتا ہے، ڈھپا ہوا ہے یا بیکراں ہے

☺

کہاں پھیکا پڑا من میں عزیزِ من کا چسکا
نگارِ بار بی سے تو شِس "ٹو اِن ون" کا چسکا

ہمیشہ بھاگتا سب کو نظر آئے جہاں میں
کسی کو جب بھی پڑ جائے بھگوڑے پن کا چسکا

اگر چہ باباجی کے سارے دانے مک گئے ہیں
مگر ماٹھا نہیں ہوتا ہے اربع زن کا چسکا

فلک کا چاند بھی ٹھرکی کو پھیکا سا لگے گا
سکوں لینے نہ دے گا ارض کے ہر چن کا چسکا

وہی ہم ہیں، وہی کھوں کھوں ہے سازِ زندگی کا
دھڑکتا ہے مگر دل میں کسی چھن چھن کا چسکا

حسینائیں ہمیں گولی پہ گولی دے رہی ہیں
مگر پہلا سا ہے چشم سراپا گن کا چسکا

ہوئیں جتنی تر و تازہ یہ کر کے اِس کی شاپنگ
نہ ہو گا عورتوں کو اتنا پیراہن کا چسکا

بہت سی لیکوں سے ہو بھی چکی ہے لیک عزت
وہی ہے لیڈرِ قومی میں کالے دھن کا چسکا

ظفرؔ شیریں بھی ہے اور ساتھ میں مرچیلا بھی ہے
فنی تو ہے ہماری شاعری کے فن کا چسکا

دونوں طرف ہے آگ۔۔۔

دوسرے بھی تم سے کچھ بڑھ کر ہی ٹھرکی ہیں ظفرؔ
تم کو ہی لگتی نہیں ہیں پیاری پیاری عورتیں
دوسروں کی عورتوں کو تاڑتے ہو جس طرح
دوسرے بھی تاڑتے ہوں گے تمہاری عورتیں

عادت

الرجی میں کھجانا تن بدن کو
ضرورت تھی کبھی، عادت ہے اب تو
وہاں پر بھی کھجا لیتے ہیں اکثر
جہاں کھجلی نہیں ہوتی ہے ہم کو

☺

بندہ ہوں اوظاف رے بابا مجھ کو کیجو ماپھ
شامت کا نشاف رے بابا مجھ کو کیجو ماپھ

عشق کا عین ہے پہلی نجریا، وصل ہے عشق کا شین
عقد ہے عشق کا قاف رے بابا مجھ کو کیجو ماپھ

حسن کے تیور فوجی بوٹوں جیسے ۔۔۔ مجھ کو سمجھیں
تحریکِ انصاف رے بابا مجھ کو کیجو ماپھ

طیش لُگائی پر ہے لیکن اس پر نکلے کیوں
موڈ ہے میرا آف رے بابا مجھ کو کیجو ماپھ

بارش تھی اور قطرہ قطرہ میک اپ بہتا تھا
چھُوٹا یونہی لاف رے بابا مجھ کو کیجو ماپھ

کھالے اڑنگی، پی لے غصہ، خیر اِسی میں جان!
دِل کو رکھیو صاف رے بابا مجھ کو کیجو ماپھ

دو درجن محبوباؤں نے مجھ کو دیا ہے پینچ
اب تو میں ہوں ہاف رے بابا مجھ کو کیجو ماپھ

کچھ نہ ہو تو شو کرنے کو کچھ تو کہتے ہیں
سُن کر لاف گزاف رے بابا مجھ کو کیجو ماپھ

دِل کی کالک مجھ پر ڈالی تو آیا ہے ہوش
بوتھا تھا شفاف رے بابا مجھ کو کیجو ماپھ

تیرے سوا بھی بہت سی پریاں اِس میں رہتی ہیں
دِل ہے کوہِ قاف رے بابا مجھ کو کیجو ماپھ

چھوڑ! ناراضی منہا کر کے پھر سے ہو جا یار
گلف کا سارا گاف رے بابا مجھ کو کیجو ماپھ

زَبَانُ دَرَازِیٰ

(ابن انشاء کی نظم "فروگزاشت" کی پیروڈی)

خود کو کھولا نہ تھا زمانے پر
اپنی فوں فاں میں رہتا آیا تھا
رازِ سربستہ تھا فسانہ مرا
ایک دِن جو "اُنہیں" خیال آیا
پوچھ بیٹھے کہ اِتنے چُپ کیوں ہو؟
"تجھ کو کیا؟" گھور کر یہ میں نے کہا
اور پھر ساتھ میرے ماتھے پر
ایک شکنوں کا جال بھونک پڑا

بے دھڑک سی تھی خام کار زباں

بات کچھ بھی نہ تھی مگر ہمدم
اب تو پرسش کا وہ نہیں عالم
آپ ہی آپ اب ہوں سوچتا میں
موڈ کو ہی لگام دیتا میں
یونہی بے وقت ہو گیا رسوا
میں منافق ذرا سا بن جاتا
حُسن محتاط ہو گیا اُس دن
فدوی توقیر کھو گیا اُس دن

ہائے کیوں رکھی بے مہار زباں

تَرِوُینِیٗ

قرضہ قوم کی خاطر تھا
لیڈر نے کر لیا ہڑپ

ہُن تُوں اوہنوں جا کے نپ

رَیختِی

وقت پڑ جائے تو کب ہاتھ ہے نپٹنے کے لئے
ساس ہوتی ہے فقط مکّو ہی ٹھپنے کے لئے

گھر کی دیواروں نے سازش تو رچا رکھی ہے
گھات میں ہوں گی مری آنکھ جھپکنے کے لئے

ایسی مٹی سے اُٹھا ہے کہاں اپنوں کا خمیر
خیر کا جن سے گماں ہو کسی اپنے کے لئے

اُن کے خرّاٹے مجھے سونے کی مہلت ہی نہ دیں
ورنہ بیتاب ہیں دیدے میرے سپنے کے لئے

کیا لگے ہاتھ محلّے کا کوئی اسکینڈل
وقت ملتا نہیں ہمسائی سے گپنے کے لئے

گھر کے سب لوگوں کی تعطیل کا دن ہوتا ہے
اور سنڈے ہے مرے واسطے کھپنے کے لئے

میرا گھر والا بھی کٹّا ہے، اگر مسئلہ ہو
ہر سمے چاہیے کھونٹا کوئی ٹپنے کے لئے

جس مہینے مجھے شاپنگ نہ کرائی جائے
درد سر میں لئے رہتی ہوں تڑپنے کے لئے

منہدم ہوں گی مساجد تو کریں گے پوجا
رام کا نام ہی کافی نہیں جپنے کے لئے

☺

یہ کیسے رکشہ چلا رہے ہو! جہاز کوئی اُڑا رہے ہو؟
مسافروں کو فرشتۂ موت کی زیارت کرا رہے ہو؟؟

یہ رانگ نمبر ہیں سارے اے دل، کریں گے کیا خاک گرم محفل
کہیں گے ”کیوں ناچ کے لئے ہم کو ٹیڑھے آنگن میں لا رہے ہو!“

یہ دور ہے دورِ آپا دھاپی، افورڈ کیسے ہو یار باشی
کسی کو تم آزما رہے ہو تو گویا اُس کو گنوا رہے ہو

نظامِ ملکی میں یہ نہ ہو تو کسی کی پوری نہ ہو ضرورت
چنانچہ تم رزقِ اکل رشوت کھلا رہے ہو یا کھا رہے ہو

تمہاری گردن کے آکٹوپس ہیں، کیسے اُن کو ادھیڑتے ہو!
بھڑوں کے چھتے کو چھیڑتے ہو؟ خود اپنی شامت بلا رہے ہو؟؟

جو طعنۂ بے حجابی دیتے ہیں، عقل کے کس قدر ہیں اندھے
دبیز میک اپ کے پردے میں ہو، حجاب میں گویا آ رہے ہو

بہت سی کُڑیاں ٹپک رہی ہیں لبادۂ مختصر سے باہر
وہ اِس پہ گھوریں گی تم کو اکثر کہ اُن کو کیوں گھورے جا رہے ہو

بہت سے عشاق کا لہو ہے تمہارے سر پر، یہ غلغلے ہیں
وہاں سے مقتول دل ملے ہیں جہاں سے پاؤں اُٹھا رہے ہو

اب اِس قدر بھی نہیں میسرا! روا ہے کج رائیوں پہ غصہ
یہ کجی تو ہے تمہاری اپنی کہ جس پہ کس کے لگا رہے ہو

پکڑ لیا ہے اگر یہ رستہ تو پاؤ گے منزلِ حسینہ
اُٹھا رہے ہو تم اُس کے ابّے کے نخرے تو ٹھیک جا رہے ہو

ظفرؔ سخن میں تو طنز و طعنہ بھی بڑھ گیا اِس قدر کہ توبہ
تم آ کے بزمِ مشاعرہ کو بھی "راک بیٹل" بنا رہے ہو

اَعتَراف

مصلحت کو نہ مانے میری انا
کچھ بھی سننے کا ڈھب نہیں مجھ میں
آپ عقلِ سلیم ڈھونڈتے ہیں
عقلِ سادہ بھی اب نہیں مجھ میں

قومی بھکاری

مانگنے کا فن نہیں آتا ہے ہم کو مطلقاً
پھر بھی آئے ہیں تو اپنی بھد اُڑانے آئے ہیں
مانگتے پھرتے ہیں اِتنے کرّوفر سے بھیک ہم
اگلا سمجھے اُس پہ مال و زر لٹانے آئے ہیں

☺

پارٹ ٹائم پر جو خچر شیر ہے
شیر سے بھی بڑھ کے اکثر شیر ہے

بھونکتے کُتّوں کو بتلا دے کوئی
شیر پنجرے میں بھی رہ کر شیر ہے

ایک مدت سے ہمارے ملک میں
از روئے قانون بندر شیر ہے

تان کر رکھے جو کمزوروں پہ سینگ
اِن دِنوں ہر ایسا ڈنگر شیر ہے

بس ذرا بیمار سا رہتا ہے کچھ
ورنہ ہر چوہا برابر شیر ہے

جس کے آگے دُم دبائے شیرنی
شیروں میں وہ شیر سپر شیر ہے

لات جس کو جھاڑ کر گزریں سبھی
اُس نے پھیلادی ہے رُومر، شیر ہے

جس کو سب بازار میں کرتے ہیں "دُر"
اپنی انگنائی میں یکسر شیر ہے

ویسے ہی ہیں کلغی والے ملک میں
جس طرح لگتا ہے شوہر شیر ہے

گھر میں اُس سے کتوں والی ہو تو ہو
باس لیکن آکے دفتر شیر ہے

کرتا ہے وائس پلوشن سے گریز
دھاڑتا ہے کم کہ سو بر شیر ہے

نکلی ہے آواز بلی کی طرح
جثے سے لگتا تھا ببر شیر ہے

تیر ہو جاتا ہے خطرہ بھانپ کر
دیکھنے میں تو مچھندر شیر ہے

ویسے چوں چوں کا مربہ ہے ظفرؔ
آ کے محفل میں سخنور شیر ہے

ایک شعر

نائی جیسا بھی ہے فنکار زمانے میں کہاں
بال یہ کاٹ لیا کرتا ہے گنجوں کے بھی

مَٹّی پلِیدُ

(فلم "پروفیسر" کے لئے سیف الدین سیفؔ کے گانے کی پیروڈی)

پی ٹی آئی: بھلائی جائے مسرت کہاں بھلانے سے
کہ آگ اور لگے گت بنائے جانے سے

خلائی مخلوق: یوں سر اُٹھا نہیں سکتا تو ہم عقابوں میں
تُو ڈرٹی ڈرٹی سویلین ہے کیسے خوابوں میں
قرار پا نہیں سکتا یوں تلملانے سے

پی ٹی آئی: کسی بھی حد پہ چلے جاؤ کچھ نہیں ہونا
تم اپنے وڈکوں کو سمجھاؤ کچھ نہیں ہونا
کہ ضد نہ جیت سکے گی کبھی زمانے سے

خلائی مخلوق: تُو دُم دبائے گا کب، انتظار آج بھی ہے
جو خار تجھ پہ تھا ہم کو وہ خار آج بھی ہے
یہ "فوج شاہی" تو مٹتی نہیں مٹانے سے

نقّارخانہ

سبھی نے کان لگائے ہیں راک بیٹل پہ
کسی غریب مراثی کی کون سُنتا ہے
ہماری بات کسی کو بھی خوش نہیں آتی
نقّارخانے میں طوطی کی کون سُنتا ہے

مَیں / وہ

بیس برسوں بعد دیکھا ہے اُسے
جس پہ سو جاں سے کبھی میں تھا فدا
وہ تو ہے اب بھی غزل جیسی ظفرؔ
اور بن کے رہ گیا میں مرثیہ

☺

صلہ ہے ہماری وفاؤں کا گویا وہی ایک اونھ
وہی تیرا نخرہ، وہی تیرا غمزہ، وہی ایک اونھ

ملا تو جدائی کا ایک اک فسانہ سنایا تجھے
مگر تیرا طرزِ تکلم نہ بدلا، وہی ایک اونھ

وہی تیری نخوت، وہی تیری عادت وہی اختصار
تو کیا چیچوں کی ملیاں میں سننے آیا وہی ایک اونھ

سبھی سے تو گوسپ لڑاتی رہی ہو مگر مجھ سے تو
سنا نہ سنایا کبھی ایسا ویسا وہی ایک اونھ

کروں کیا میں پیارے کبھی جون بدلے نہ تیری زباں
کہ حرکت میں آیا کبھی جو یہ چرخہ وہی ایک اوںھ

بھلا ایسوں ویسوں سے متھا لڑا کے وہ کاہے کھپے
رہی ہے ہمیشہ سے بونگوں کا لیکھا وہی ایک اوںھ

کسی کے لئے اُس سا باتونی دنیا میں کوئی نہیں
کسی کے لئے ہے سخن کا قرینہ وہی ایک اوںھ

یونہی تو وہ وحشت کے عالم میں صحرا کو نکلا نہ تھا
یقیناً پئے قیس رکھتی تھی لیلیٰ وہی ایک اوںھ

غزل تو سنانے چلا ہے اُسے تُو، مگر یاد رکھ!
کہ وہ داد میں دے سکے گی تجھے کیا؟ وہی ایک اوںھ؟؟

فالتو الفاظ

یہ بولا

"بھیا جانی!

مت ہے کیسی اُلٹی، یہ کیا ہے؟

تمہارے شہر والے

فالتو الفاظ استعمال کرتے ہیں

یہ کرسی ورسی

پانی وانی

روٹی شوٹی ۔۔۔ یہ کیا ہے؟"

وہ بولا

"کیا کریں بھیا!

کئی کم عقلے شکلے ہیں جو ایسا کرتے ہیں بھیا!!

کہ اُن میں بھیجا ویجا تو نہیں ہوتا

کریں اِگنور شور اُن کو!!!"

☺

ڈر حسیناؤں کا ڈالر کی طرح ہونے کا تھا
دِل مرا جن کے لئے اونے کا تھا پونے کا تھا

توڑ کرتے تھے شریکے عاملوں کے فیض سے
جذبِ دل اُن کے لئے جادو کا تھا ٹونے کا تھا

وہ تو تُو نے ہیلپ کر دی پوچا ٹاکی میں مری
ورنہ یہ شوہر ترا برتن بھلا دھونے کا تھا

ہائے اب ساقی گری میں بھی سیاست کر چلے
آدھے پہ ٹرخا گئے، پیمان تو پونے کا تھا

لوگ لے آئے اٹھا کر اپنا ماہیوال کیوں؟
واقعہ تو غالباً سوہنی کا تھا، سوہنے کا تھا

میرے بائیک کو خبر تھی میرے جذبِ عشق کی
جس جگہ رکتی تھی جا کر وہ مکاں کونے کا تھا

اس لئے تو رنگ میں ڈالی گئی ہے بھنگ بھی
دیو زادی تھی کہ جس سے عشق اک بونے کا تھا

اپنی ناسمجھی نے پھنسوایا ہے ہم کو بارہا
اُس جگہ بھی ہنس دیئے ہیں جو محل رونے کا تھا

جھاڑتے تھے لوگ تو رومان ساون میں ظفرؔ
مسئلہ میرا مگر بارش میں چھت چونے کا تھا

اُ و

رَیُختِی

کام اِس دل میں ترے پیار نے ڈالا تو ہوا ہے
مجھ نگوڑی کے کلیجے کو نکالا تو ہوا ہے

سرسری نظریں تو ڈالے گا نہ ہرگز تیری طرح
کوئی منعک ہی سہی، دیکھنے والا تو ہوا ہے

زندگی کے لئے ہوتی ہے محبت کی ضرورت
دِل کلوٹا تو نہیں، (رنگ کا کالا تو ہوا ہے)

"دُر فٹے منہ" ہی کہا ہے کسی کم گو نے ولیکن
اُس ستمگار پہ بھرپور مقالہ تو ہوا ہے

اُ و

ناک بھوں یوں میری سبلنگ پہ چڑھا نہ کہ وہی تو
تیری سالی تو بنی ہے، تیرا سالا تو ہوا ہے

کیا سے کیا کر دیئے ہیں وقت نے یہ باہمی رشتے
کل جو مرتا تھا وہی اب میرا لالا تو ہوا ہے

یہ جو سڑیل سی ہے شے، یہ بھی تو بیٹا ہے اُنہی کا
ساس نے بھی اِسی آزار کو پالا تو ہوا ہے

میرے میک اَپ پہ چلاتے تو ہو تنقید کے آرے
میرے جلوؤں سے ترے گھر میں اُجالا تو ہوا ہے

ٹھیک ہے، مجھ کو ابھی کھانا پکانا نہیں آتا
ہاں مگر پھر بھی کچن گھر کا سنبھالا تو ہوا ہے

میرے گھر جھگڑا ہوا اور ہیں ہمسائی کی موجیں
ایروں غیروں کے سنانے کو مسالا تو ہوا ہے

کُچھ بھِی نہَیں

میٹنگ تو بڑی دیر رہی ہے کیا نی
یہ بات الگ ہے کہ بنا کچھ بھی نہیں
اعلامیہ جاری تو ہوا ہے لیکن
اعلامیہ یہ ہے کہ ہوا کچھ بھی نہیں

ٹاک شو

سب مبصر ہیں وڈکوں کے مہرے
روز کوئی ڈرامہ ہوتا ہے
جس کو کہتے ہیں ٹاک شو، وہ تو
پتلیوں کو تماشہ ہوتا ہے

☺

ایسے بھی منہ پھٹ نہ بنو اور بولو شبھ شبھ
کچھ تو عقل کے ناخن لو اور بولو شبھ شبھ

وڈکوں کو درکار ہے تم میں گھگھو گھوڑا
مت آگے سے بحث کرو اور بولو شبھ شبھ

لاٹھی گولی کی سرکار ہی چلتے دیکھی
اپنے گیان کو پاس رکھا اور بولو شبھ شبھ

کچھ بندوقیں تمہیں نشانہ کر سکتی ہیں
یوں نہ ٹویٹر بن کے اُڑو اور بولو شبھ شبھ

ناک اِسی کارن ہے کھینچو سیدھی لائن
اور پھر اُس پر چلے چلو اور بولو شبھ شبھ

بجلی کا بل بھرتے جاؤ مزے اُڑاؤ
پھاڑ کے منہ جے کار کہو اور بولو شبھ شبھ

جو سرکار بتائے بس وہ صدقِ کُل ہے
جو سرکار پڑھائے، پڑھو اور بولو شبھ شبھ

زور و زر والوں کو بس یس مین ہے شوبھا
نہ کہہ کر گستاخ نہ ہو اور بولو شبھ شبھ

دکھلائے گی آب تمہاری کلغی اِس سے
خون پیو بھائی کا b r o اور بولو شبھ شبھ

تم کو کالا ویگو ڈالا غائب نہ کر دے
اچھے بچے بن کے رہو اور بولو شبھ شبھ

قوم و وطن کے غم میں دُبلے کیوں ہو کیانی
رومانی سے شعر لکھو اور بولو شبھ شبھ

مُخَمَّسْ بَرْ غَزَلْ

(خَوّاجَہ حَیْدَرْ عَلِی آتِشؔ)

دِکھلاتا ہے ادائیں یونہی خسروانہ کیا
دیتا ہے سب کو گالیاں دینے کا طعنہ کیا
اعمال اپنے دیکھے کبھی بے ایمانا کیا؟
"سُن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا"

کیمپس تو جامعہ کا پئے وصل ہے مگر
مل نہ سکے وہاں پر تو تُو پھر بھی غم نہ کر
سیل فون، وٹس ایپ کے ذریعے بھی ہیں دگر
"چاروں طرف سے صورتِ جاناں ہو جلوہ گر
دِل صاف ہو ترا تو ہے آئینہ خانہ کیا"

دنیا میں خال خال ہیں یوں سادہ کار سے
جانچیں کسی کو اُس کے بظاہر شعار سے
خوش فہمی سی ہے تیری طبعِ غمگسار سے
"کیا کیا الجھتا ہے تری زلفوں کے تار سے
بخیہ طلب ہے سینۂ صد چاک شانہ کیا"

سارے اُٹھائے پھرتے ہیں کرتوتوں کی صلیب
بہرِ شباب ایک کڑّی ہے ہر نصیب
کُڑیوں کے جال میں ہیں سبھی نوجواں غریب
"صیّاد! اسیرِ دامِ رگِ گل ہے عندلیب
دِکھلا رہا ہے چھپ کے اِسے آب و دانہ کیا"

ہم کاہلانِ دہر ہیں، مطلق نہیں الاغ
اِس بات کو ہی جان نہ پائیں یہ خر دماغ
دیتا نہیں خمار کبھی مانگے کا ایاغ
"صیادِ گلعذار دکھاتا ہے سیرِ باغ
بلبل قفس میں یاد کرے آشیانہ کیا"

اِس دور میں تو زندگی یکسر ہوئی وبال
ہم لوگ بن کے رہ گئے اِک خانگی بغال
ناقابل بیان ہوا ہر کسی کا حال
"طبل و علم ہی پاس ہے اپنے نہ ملک و مال
ہم سے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا"

اچھے نہیں ہیں امن و اماں کے بھی حال گو
خفیہ ایجنسی بھی کہیں لے جائے نہ برو!
کر دے نہ "تا" بدل کے گرانی کا بھیس وہ
"آتی ہے کس طرح سے مری قبضِ روح کو
دیکھوں تو موت ڈھونڈ رہی ہے بہانہ کیا"

ایک شعر

کس حمل سے واپڈا والے ہیں "اوورلوڈ" سے
مدتوں سے زندگی نکلی نہ "نائٹ موڈ" سے

مَرَاُثِیُ

کیا بلا ہے مزاحیہ شاعر
اِس تعارف کی کچھ وضاحت دو
دوسروں کو ہنساتے ہو۔۔۔سمجھا!
یوں کہو نا کہ تم مراثی ہو!!

پَیَاُرَوُ!

نہیں آتی ہے مجھ کو کاسہ لیسی
کسی سرکار کے طعنے نہ مارو
میں شمعِ دلبری پر ہوں نچھاور
تمھارا ہی ہوں پی آر او میں پیارو!

☺

حسنِ جواں کو عشق کی تقصیر چاہیئے
صیّاد بھوکا ہے اِسے نخچیر چاہیئے

منت کشِ ٹریننگ نہیں، پاک وال ہوں
پیدائشی مرید ہوں، اِک پیر چاہیئے

ہر فلم کے ستارے کو اِن رہنے کے لئے
بدنامی بھی قبول ہے، تشہیر چاہیئے

سوچو کہ کس میں چاہئیں کیسی خصوصیات
محبوب چاہیئے تمہیں یا ویر چاہیئے

حاصل اسی مرض میں جو ان کو ہے اختصاص
سب میں حکیم جی کو بواسیر چاہیئے

بے رنگ سے سکوں میں ہے بے عقد زندگی
خود سے لڑائی کے لئے شمشیر چاہیئے

یہ عشق تو ہے زہرِ ہلاہل ترے لئے
تو ہے بضد کہ اِس میں بھی اکسیر چاہیئے

مجھ کو بھی بونگیوں کا ہے چسکہ لگا ہوا
موقع تجھے بھی بہرِ تقاریر چاہیئے

رستہ جو ہم دکھائیں تو نادان شک کریں
خانہ خرابی کی کوئی تدبیر چاہیئے؟

بھٹکا ہوا ہو آپ بھی چاہے مری طرح
جس سے میں رستہ پوچھوں وہ رہگیر چاہیئے

ہم فیس بُک زدوں کو پئے نسبت و نکاح
اِن باکس کے ریکارڈ کی تصویر چاہیئے

ہتھیار جان لیوا ہیں خاصے عدُو کے پاس
ہم کو بھی ایک مولوی تکفیر چاہیئے

جیسے کو تیسا بن کے ہمیشہ ملا کروں
اِس مد میں خاکسار کو آخیر چاہیئے

رشوت رواج پائی ہے اِس احتجاج میں
کیوں دال کھا رہے ہیں جنہیں کھیر چاہیئے

اِس دورِ اختصاص میں فنِ گداگری
اِس کے لئے صدائے گلوگیر چاہیئے

گردن پھُلا کے مرغ مجھے گھورتا تو ہے
بس اِک چھری مع کلمۂ تکبیر چاہیئے

عبد العزیز خالد نہ بن جائیے ظفرؔ
تسہیل میں مجھے ذرا تفسیر چاہیئے

جوارِ پنکی

(علامہ اقبال کی نظم "کنارِ راوی" کی پیروڈی)

سکوتِ شام میں جلوہ نواز ہے پنکی
نہ پوچھ مجھ سے جو ہے کیفیت مرے دل کی
پیامِ تاڑ یہ "گربہ قدم" ہوا مجھ کو
عجب سرور خدا کی قسم ہوا مجھ کو
گلی میں صورتِ دیوار یاں کھڑا ہوں میں
خبر نہیں اُسے لیکن کہاں کھڑا ہوں میں
عنابی جلوے سے رنگیں ہوا ہے دامن شام
سونگھلے جاتا ہے فدوی اُسے نظر سے تمام
نگاہیں پڑتے ہی احقر جگر کو تھام چلا
وہ جلوہ ہے یا چقندر کا پھول ہے گویا
کھڑی ہے دور یوں جیسے ہو غرقِ تنہائی
دکھائی دیتی ہے وہ اک نگارِ چغتائی

اگرچہ مجھ کو خبر ہے کہ گامے کی ہے کُڑی
لگے سٹار پلس کے ڈرامے کی ہے کُڑی
جمال کیا ہے وہ حشرِ خموش ہے گویا
جوارِ رند کوئی مئے فروش ہے گویا
وہ رک کے شیشے میں ہونٹوں کو کرتی ہے زرخیز
میں خود کو ڈالے ہوں لنگر پہ دل ہے گرمِ ستیز
ذرا ٹھہر کے وہ پھر سے رواں ہوئی پنکی
سبک روی سے وہ میرے قریب سے گزری
قریب آتے ہی مجھ پر نظر پڑی جونہی
تو منہ بنا کے وہ حدِ نظر سے دور گئی

میں ناسپاسی پہ دل کو بُرا نہیں کرتا
کہ ایسا کام تو چکنا گھڑا نہیں کرتا

ہم تو مہماں کہتے ہیں پر خود کو وہ مانا ہے کب
کیا خبر آیا تھا کب اور کیا خبر جانا ہے کب

ایڈیٹر

بڑے کایاں ہیں ایڈیٹر صاحب
اپنا اخبار چلا لیتے ہیں
ہاٹ خبریں نہ اگر اِن کو ملیں
تو یہ خود سے ہی بنا لیتے ہیں

ڈائجسٹ

کس طرح اِس کی خریداری کروں
ظرف کے سانچے میں ہو نہ پائے فِٹ
آج کل اِتنی کثافت آ گئی
ڈائجسٹ ہوتا نہیں ہے ڈائجسٹ

کوئی چکر ہے ترے پاؤں میں، اچھا تو نہ بیٹھ
بیٹھنا تجھ کو نہیں آتا ہے نچلا تو نہ بیٹھ

جہاں جانا ہے وہاں اُڑ کے نہیں جانا ہے
تجھ کو مل جائے اگر رستے میں رکشہ تو نہ بیٹھ

یہ اسمبلی ہے یہاں کا ذرا کلچر ہے الگ
ڈالنا آتا نہیں ہے تجھے رولا تو نہ بیٹھ

مافیا تیرے رقیبوں کا وہاں قابض ہے
بزمِ جاناں میں نہیں لینا ہے پنگا تو نہ بیٹھ

جلتا رہتا ہے ترے دیو بدن سے سرِ بزم
چھیڑتا ہے کوئی کہہ کر تجھے مٹکا تو نہ بیٹھ

حلقۂ یاراں میں سب یار کہاں ہوتے ہیں
ایسا ویسا بھی تجھے لگتا ہے ایسا تو نہ بیٹھ

تجھ کو تنہائی کا احساس نہ ٹکنے دے گا
تیرے جیسا جو نہیں ہے کوئی بونگا تو نہ بیٹھ

دیکھ کر دشت میں محمل کو یوں چوڑا تو نہ ہو
حضرتِ قیس سا سر میں نہیں سودا تو نہ بیٹھ

ٹھیک ہے، کولہوں کو لٹکا کے کھڑا رہ بے شک
بیٹھنے دیتا نہیں ہے ترا نخرہ تو نہ بیٹھ

بیٹھ پیروں کے ہاں اکڑوں کسی ککڑ کی طرح
بول دے جب تیرا گوڈا، تیرا گٹا تو نہ بیٹھ

تیرے آجانے سے ہو جاتی ہے بھہ جا بھہ جا
تو نے مجمع نہیں کرنا ہے اکٹھا تو نہ بیٹھ

جِم میں جا، پارک میں چل، دوڑ لگا کتوں سے
بیٹھے رہنے سے کمر ہو تیری کمرہ تو نہ بیٹھ

تیرے خراٹوں پہ سب داد نہ دے اٹھیں ظفرؔ
بزمِ شعری میں اگر ہے تجھے سونا تو نہ بیٹھ

تَرُوِینِی

اب مرکزی کردار ہیں
ہیرو، ہیروئن اور ولن

ہر فلم تروینی سی ہے

زَمَانُے کَے طَوُرُ

(لمرک)

ہر چھوٹا کیوں سدا بڑے کے رعب میں آئے
دیکھ کے یونہی دم کو دبا کے رہ جائے
جان گئے اب طور
کُتّا ہے شہ زور
جب تک بلی اُس پہ پلٹ کر نہ غرّائے

رِیٹَائِرڈ بَنْدَہ

(لمرک)

ریٹائرڈ بندے کا پرساں کوئی نہیں ہے
اِس سا گھر میں فالتو ساماں کوئی نہیں ہے
نہ بیوی نہ بچے ہیں
نہ ہی دوسرے رشتے ہیں
اِن پر پسینے کو بھی دنداں کوئی نہیں ہے

☺

دِل تو دیوانہ بزمِ ناز کا ہے
یہ بھی کوّا اِسی جہاز کا ہے

ہر طرف مورچہ لگا دیکھا
شہر سارا ہی تاڑ باز کا ہے

اپنی جیبیں ٹٹولتا ہوں میں
فون اِک دعوتِ شیراز کا ہے

نقش فریادی ہے محلے میں
جانے پنگا یہ کس کے ساز کا ہے

وہ سماعت ہے ٹیلی نار طبع
اور نالہ ہمارا جاز کا ہے

اشتہارِ لباس کا ہے فلیکس
یا بُتِ برہنہ دراز کا ہے

جرم ہے عشق تو بتائے کوئی
کون سے لاء کی کس کلاز کا ہے

کوئی ساون نہیں ہے یادوں کا
سارا گریہ ہی کشتہ پیاز کا ہے

کسی عورت کو کیوں بتایا تھا
غلغلہ شہر بھر میں راز کا ہے

ہے تو ہتھیار قاتلانہ ظفرؔ
شعری مجموعہ جو فرازؔ کا ہے

مُدِیرِ مُجَلَّہ

اُٹھائے ہوئے سر پہ بارِ ادارت
یونہی سرگراں ہیں مدیرِ مجلّہ
جو لکھنا ہے اوروں نے لکھنا ہے حضرت
بچھا لیں مصلّہ، کریں اللہ اللہ

کالَم نَوِیس

نہایت ہیں فنکار کالم نویس
کئی کام اِک شے سے کر دیتے ہیں
قلم، جس سے سر کو کھجاتے ہیں وہ
اُسی سے وہ کالم بھی لکھ لیتے ہیں

(بہزاد لکھنوی کی غزل کی پیروڈی)

کہاں ہے گم، تُو میکے میں، میاں کو کیوں بسارا ہے
کسی ہوٹل سے گھبرا کر شکم پھر بلبلایا ہے

تمہارا یہ ریاضِ شب ہمیں بے خواب کر دے گا
قسم تم کو ذرا سوچو کہ دستورِ وفا کیا ہے

نجانے کس لیے بیگم کی نظروں میں نکھٹو ہوں
کرپشن کر نہیں پایا قصور اس کے سوا کیا ہے

نہ ہے فریاد پیاروں سے، نہ تُو تُو میں میں یاروں سے
زنانے سے ملا جو غم زمانے کو دے مارا ہے

☺

وہ حسنِ مست مست ہے انگڑائیوں کا گڑھ
ہم ٹھرکیوں کی تاڑتی بینائیوں کا گڑھ

بہتر ہے اپنی خیر منا لے اے زندگی
یہ دل ہے آرزؤں کا (بلوائیوں کا) گڑھ

مجھ کو تو میری عمر کی دیمک نے کھا لیا
وہ ہم جماعت اب بھی ہے رعنائیوں کا گڑھ

بجلی کے بل کے خوف سے پنکھے بھی رک گئے
ہر گھر ہے دانت پیستی جولائیوں کا گڑھ

کڑوا ہے گو زمانہ ازل سے مرے لئے
شوگر ہوئی تو بن گیا حلوائیوں کا گڑھ

جھنڈا حماقتوں کا وہیں پر بلند ہے
سمجھا تھا جس کو قوم نے دانائیوں کا گڑھ

یہ اقتدار ہے، وہ مقدس سا محکمہ
یہ ہے قصائیوں کا تو وہ نائیوں کا گڑھ

جیسے ہو یہ بھی لازمی مضموں نصاب کا
ہیں جامعات عشق کے سودائیوں کا گڑھ

مطلب پڑا تو بن گیا بھوتوں کا اِک نگر
وہ جو رہا ہے میری شناسائیوں کا گڑھ

جس دنیا کو تماشا سمجھتا رہا ہے تُو
تیرے تماشے کو ہے تماشائیوں کا گڑھ

تیری تو پانچوں گھی میں ہیں اور سر کڑاھی میں
میرے لئے یہ دور ہے گھٹنائیوں کا گڑھ

بیگم کے سامنے کوئی کب تک ڈٹا رہے
میدانِ جنگ ہے مری پسپائیوں کا گڑھ

اِس طور جینے کی ہمیں اٹکل نہیں ظفرؔ
سستے ہیں ہم کہ ملک ہے مہنگائیوں کا گڑھ

تَرُوِینِی

پہلے پیار سے بیگم کہتے تھے
اب تم اُس کو مُنّے کی ماں کہتے ہو

ایک ہی سال میں کر بیٹھے disown اُسے؟

اِنْ شَاءَ اللّٰہ

(نظمِ معین)

صحافی!
بنوں گا میں اِک دن
پڑھوں گا لکھوں گا بہت سا
اکاؤنٹ اپنے بھروں گا میں زر سے
کمانے اُڑانے کو گویا
دِکھوں گا میں اِک دن
صحافی!

دِسَمْبَرْ

ہر سال فضاؤں کو یوں برفائے دسمبر
سب چاہیں کسی طور گزر جائے دسمبر
نقّارہ بجاتے ہوئے اِک اور برس کا
جاتے ہوئے ہر سال کو دفنائے دسمبر
راتیں ہیں "امیتابھ بچن" کی طرح لمبی
اور دِن سبھی "یادیو" سے ٹِھگنائے دسمبر
شب آنکھ جو کھل جائے، سمے بیت نہ پائے
محسوس یہی ہوتا ہے لنگڑائے دسمبر
تن ڈھانپنا ہم جیسے غریبوں کو ہے مشکل
جیون کو یہ کس زعم میں تنگنائے دسمبر
بازار سجا دیتا ہے لنڈے کا بہر سو
انگریز بنائے، ہمیں لندنائے دسمبر

بادل ہوں یا باراں ہو یا پالا ہو ستم خُو
ہر موڑ میں گمبھیر نظر آئے دسمبر

چھینکیں اِسی کم بخت کا اندازِ بیاں ہیں
سرما کی جوانی کی قسم کھائے دسمبر

یہ گھر کی خواتین کو کس کام لگایا
حلوائے دسمبر کبھی گجرائے دسمبر

شو آف نہ کرنے دے بدن کا کبھی سونا
آئینہ حسینوں کو یوں دکھلائے دسمبر

اب اس کو مسل اپنے دکھانا ہے حماقت
یاروں کو لحافوں میں ہی ٹہلائے دسمبر

درکار ہے اخلاص میں جولائی کی گرمی
محبوب کے لہجے میں نہ آجائے دسمبر

یہ دُھوپ ہے یا ڈیموکریسی ہے وطن کی
مخلوقِ خلائی ہے یا ٹھُرائے دسمبر

ہم جون کے تنور سے یونہی رہے نالاں
احساس ہو جب برف میں کفنائے دسمبر

--- ق ---

اشعار اُگلنے لگے خودکار مشنری

شاعر کو ہمیشہ رہے سودائے دسمبر

لکھتا ہی چلا جائے غم و ہجر کے نغمے

رہ رہ کے اُسے چابی دئے جائے دسمبر

اے تشنہ لبو! قدر کرو ساقی سمے کی!!

جاری ہے اگر گردشِ مینائے دسمبر

خوش رہنا ہے، مولا ہمیں جس حال میں رکھے

کیا کہتے ہیں اِس باب میں علمائے دسمبر

اَیکٌ شَعرٌ

اِس لئے فیلڈر رہے وہ اچھا

گھر میں کرتا رہا ہے جوتے کیچ

انڈرسٹینڈنگ

میری مرضی اُس کی مرضی کہلائے
انڈراسٹینڈنگ کی اُس اسٹیج پہ ہیں
بسکہ ساری عمر نہ تو تُو میں میں ہوئی
میں اور میری بیگم ایک ہی پیج پہ ہیں

خاکی سرکار

اِسی میں حاصل ہے خاکی سرکار کو مہارت
سو کام سارے بزورِ بندوق کر رہی ہے
(میں بوٹ والوں پہ یونہی الزام دھر رہا ہوں
سیاستیں تو خلائی مخلوق کر رہی ہے)

مَٹّی پلِید

(فلم "پائل کی جھنکار" کے لئے حمایت علی شاعرؔ کے گانے کی پیروڈی)

واپڈا : ہم نے تو تمہیں بِل دے ہی دیا
اب تم کہو کیا کر لو گے

صارف: اس دل سے تو نکلے بس گالی
اب تم کہو کیا کر لو گے
تم نے تو ہمیں بِل دے ہی دیا

واپڈا : اڑیل سڑیل لوگوں نے تمہیں
ٹیکسوں کی بات بتائی ہے
وہ بات جسے سن کر اکثر
تم نے تو انت مکائی ہے
گالی دے کر کھٹ پاؤ گے کیا؟
اب تم کہو کیا کر لو گے
ہم نے تو تمہیں بِل دے ہی دیا

صارف:

ٹیکسوں سے بھرا یہ بِل ہے ترا
اس پر میں تمہیں کیا پیش کروں
اِس بوگس بِل کی ادائی کو
کیوں نہ تمہیں ٹھینگا پیش کروں
کب زرِ حرام ہے پیسہ مرا
اب تم کہو کیا کر لو گے
تم نے تو ہمیں بِل دے ہی دیا

واپڈا :

اِک چیز ہے قاضی فائز جسے
تمغۂ ذلالت کہتے ہیں

صارف:

ہم جان گئے، پہچان گئے
لوگ اِس کو لعنت کہتے ہیں
لو ذکر کیا پھر ڈونٹ کا
اب تم کہو کیا کر لو گے
تم نے تو ہمیں بِل دے ہی دیا

☺

سبھی کے نصیبوں کی اپنی پٹاری
کوئی تولوں بھاری، کوئی مولوں بھاری

وہ کھاتا ہے جس کو خدا نے دیا ہے
وہ جلتا ہے جس پر جلاپا ہے طاری

جسے پیار سچا نہیں مل سکا تھا
طبیعت ہوئی اُس کی پھر سے اچاری

میں ووٹر نہیں ایک بندر ہوں اُس کا
جو لیڈر نہیں ہے، نِرا ہے مداری

شکار اپنا جس کو سمجھتا رہا تھا
وہ ظالم تو نکلا مرا ہی شکاری

مری زندگی کے شریکِ سفر ہو
تو پھر کیوں ہے پیارے ہماری تمہاری

یہ کیسی صحافت کے ہتھے چڑھے ہیں
خبر بن گئی ہے فسانہ نگاری

پکائے گئے ہیں کسی چکنی شے میں
کہ عشاق ٹھہرے نہ نوری نہ ناری

کوئی شعر موزوں نہیں ہو رہا ہے
نجانے کہاں پھنس گئی ہے گراری

ڈیم اور ڈیم فُول

میں اور اقوام پر بجا ہی تو ہنس رہا ہوں
کہ کتنے کاہل ہیں ڈیم ہی بس بناتے ہیں وہ
ہمارے لیڈر تو ڈیم سادہ نہیں بناتے
یہ ساتھ میں فُول بھی بناتے ہیں شہریوں کو

چشمہ/نالا

سچ بتاؤں عزیزِ من تجھ کو
یہ جو نالا دکھائی دیتا ہے
دیکھتا ہوں اُتار کر چشمہ
تو یہ چشمہ دکھائی دیتا ہے

رَیختی

اگر ہے بی پڑوسن پر خدا کی مار، ساہنوں کی
محلے بھر میں غیبت کے لئے ہے خوار، ساہنوں کی

یہ میرا مردوا تو مجھ اکیلی سے ہی بھر پایا
کسی کی آرزو ہے، بیویاں ہوں چار، ساہنوں کی

یہ بندی تو ہے خاصی زور آور ساڑھی کے بس میں
اگر ہے اُن کی گھیرے دار سی شلوار، ساہنوں کی

ہماری زندگی ساری کچن میں ہی گزرنی ہے
میاں جی کا اگر آبھی گیا اتوار، ساہنوں کی

ہمیں جو بات کرنی ہے کریں گے بے دھڑک باجی!
تمہارے "اُن" کا چوکس ہے اگر راڈرا، ساہنوں کی

گھروں میں ہم اُنہیں برتن بھی دھونے پر لگاتی ہیں
دفاتر میں میاں ساروں کے ہیں لٹھ مار، ساہنوں کی

میاں کی جو کمائی ہے وہ دو ہفتے ہی چلتی ہے
کسی کی جاب سے ہے اُن کا بیڑا پار، ساہنوں کی

پریمی دیس کے ہو تو یہیں بھوکے مرو لوگو!
چلے جانا ہے ہم نے تو سمندر پار، ساہنوں کی

وہ کلچرڈ اس قدر ہیں کہ بہ دِقت مسکراتے ہیں
ہمیں تو کھلکھلانے میں نہیں ہے عار، ساہنوں کی

اَیڈِیٹوریَل

میں ایڈیٹوریل لکھنے لگا ہوں
بس اب لکھتا ہوا دِکھنے لگا ہوں

ایڈیٹر کا ہے کہنا "اِس" پہ لکھو
یہی آرڈر تو وڈّے باس کا ہے
مگر میں کیا کروں کہ مجھ میں کیڑا
مرے اپنے دِلِ حسّاس کا ہے
رگڑتا ہے جو ایڑی، "اُس" پہ لکھوں
وہی اِشو عوام الناس کا ہے
ولیکن کر نہ پاؤں گا میں ایسا
مجھے ڈر نوکری کے لاس کا ہے
میں ایڈیٹوریل لکھنے لگا ہوں

کہا ہے کوئی بھی اندر نہ آئے
یہ کیبن اب ہے ممنوعہ علاقہ
پھنسا رکھا ہے سگریٹ انگلیوں میں
لگا لوں کش تو ہو جائے افاقہ
دھرا ہے میز پر چائے کا کپ بھی
سمجھدانی کا یہ کھولے گا جھاکا
چلے گی پھر سے گپ شپ دوستوں سے
یہی دو تین گھنٹوں کا ہے ناکہ
میں ایڈیٹوریل لکھنے لگا ہوں
یونہی ڈسٹرب کرتا ہے زمانہ
کِیا ہے فُون کو انگیج میں نے
اُٹھا کر کاغذوں کے فولڈر سے
نکالے ہیں بہت سے پیج میں نے
قلم جو ٹانٹ کو کھجلا رہا ہے
دِکھانا ہے اِسی سے ریج میں نے
ذرا اب ذہن فکر و نظر بھی!
سجا تو لی ہے پوری سیج میں نے
میں ایڈیٹوریل لکھنے لگا ہوں

☺

گھبرو رانڈ ہوئے
بوڑھے سانڈ ہوئے

ریٹنگ ریس رہی
چینل بھانڈ ہوئے

بسکہ مطلب تھا
لہجے کھانڈ ہوئے

ایسی کاپی کی
آپ برانڈ ہوئے

ہم ریجیکٹڈ تھے
کیوں ڈیمانڈ ہوئے

خواب رہے سر ڈالے
ضائع بانڈ ہوئے

دو پیسے کے لوگ
آکڑ مانڈ ہوئے

قیس جی وحشت میں
Vagabond ہوئے

موجوں سے تھا رَن
weapon ڈانڈ ہوئے

لتر خوب پڑے
جب ریمانڈ ہوئے

بُک تھی کھوتوں پر
خود پر کانڈ ہوئے

(امجد اسلام امجدؔ کی غزل کی پیروڈی)

یہ "آئی ایس آئی" خُو آنکھیں تری ہیں
ہمارے چار سُو آنکھیں تری ہیں
بہت سے ٹھرکی باتیں سُن رہے ہیں
کہ محوِ گفتگو آنکھیں تری ہیں
ہے ہر لیول پہ تیری آنی جانی
میانِ کاخ و کُو آنکھیں تری ہیں
کسی کے "موبیل" جیسے لگا ہو
کچھ ایسی مشکبُو آنکھیں تری ہیں
دَھرے ہوں دھوپ میں جو سوکھنے کو
وہ "ٹھُوٹھے" ہو بہو آنکھیں تری ہیں
وہ کیا "جوکر" ہے جس کے دیکھنے کو
بھٹکتی کو بہ کو آنکھیں تری ہیں
کہ جیسے بیل کا گائے سے رشتہ
ہماری جان تُو، آنکھیں تری ہیں
جو تُو دیکھے تو ہم بھی ہنہنائیں
ہماری جستجو آنکھیں تری ہیں

مُعنّک ڈاکٹر

اسپیشلسٹ کو آنکھیں دکھانے گیا ظفرؔ
آیا نظر وہاں پہ پھوارا نیا مجھے
میں دیکھتا تھا اُس نے مجھے دیکھنا ہے کیا
آنکھوں کا ڈاکٹر بھی منعک ملا مجھے

بڑے مِیاں

گلی میں وہ آئے ہیں جونہی، گھر سے نکلے ہیں
بڑے میاں نے بھی چشمہ لگا لیا ہوا ہے
ملا ہو جیسے اُنہیں کارِ استعشارِ حسن
یوں اپنی نظروں کا ناکہ لگا لیا ہوا ہے

دِسمبر۔ اِک نِگراں

ہر دسمبر!
ٹھہرا ماہِ باکمال
کرتا ہے ہر سال ۔۔۔ کارِ بے مثال
ہوتا ہے نگران گویا وقت کا
کام جس کا ہے سدا
اِک فریضہ خوشگوار
اِک برس سے دوسرے میں ہر دفعہ
اِنتقالِ اقتدار
(ہائے ہم فطرت سے کچھ تو سیکھتے)

مُخَمَّس بَر غَزَل

(خَاقَانُ خَاوَر)

جاں دادۂ زناں بھی کوئی دوسرا نہیں
ہر وقت سر گراں بھی کوئی دوسرا نہیں
تیرے بنیرے کاں بھی کوئی دوسرا نہیں
"میرے سوا یہاں بھی کوئی دوسرا نہیں
کیا تیرا راز داں بھی کوئی دوسرا نہیں"

میں بھی تو کوئی قیس کا عم زاد تو نہیں
اور نہ کسی بھی طور ہے لیلیٰ وہ مہ جبیں
رہتی جو تیرے عشق کی بن کر سدا امیں
"تھی جستجو کہ کون ہے اُس دِل میں جاگزیں
دیکھا ہے تو وہاں بھی کوئی دوسرا نہیں"

شوہر تمہارے جیسا بھی ہوگا کہاں، ارے!
ویسے تو ازدواجی مجاہد ہو تم نرے
شکوہ زباں پہ لاتے نہیں ہو کسی سمے
"خاموش رہ کے جور کی چکی میں جو پسے
تم ایسا بے زباں بھی کوئی دوسرا نہیں"

سسرال ٹوٹتے تان بھی جائیں تو ہم کہاں
ہے ساس مہربان بھی جائیں تو ہم کہاں
پکڑے ہوئے ہے کان بھی جائیں تو ہم کہاں
"اُس سے چھڑا کے جان بھی جائیں تو ہم کہاں
دھرتی پہ آسماں بھی کوئی دوسرا نہیں"

رہتے رہے ہیں سارے برادر ہمارے ساتھ
یعنی تمام فیملی ممبر ہمارے ساتھ
پنڈی میں آبسا تھا پشاور ہمارے ساتھ
"کل تک رواں تھا قافلہ خاور ہمارے ساتھ
اب ریت پر نشاں بھی کوئی دوسرا نہیں"

☺

ٹھگائی سے ٹھا کر بنا تو بنا کیا
یوں منہ کالا کر کے چڑھا تو چڑھا کیا

اُسے جانو مانو سے فرصت کہاں تھی
مرا بھاشن اُس نے سُنا تو سُنا کیا

لڑھک جائے گا یہ کسی اور جانب
کہ لوٹے کو ہم نے چُنا تو چُنا کیا

ترا نین نقشہ ہے روندُو ازل سے
مری بات سُن کر ہنسا تو ہنسا کیا

جو غیروں سے مل مل کے شورش بپا ہے
کوئی اُس سے پوچھے ہوا تو ہوا کیا

اُنہیں ڈیٹا بیس اب کے درکار ہو گا
مری حسرتوں کو گنا تو گنا کیا

مری چال ملکی معیشت سی ہے کچھ
چلا تو چلا کیا، رُکا تو رُکا کیا

اُسے باندھ کر اپنی غزلیں سناؤ
وہ اپنی سُنا کر اُٹھا تو اُٹھا کیا

جلاپے سے سب کوئلے ہو رہے ہیں
ظفرؔ تیرا تُکا چلا تو چلا کیا

ایکسرے

جب بھی منگوائے گئے ذوقِ نظر
ہو کے سرِ چشم ہی گھر آئے ہیں
کل گئے تھے ایکسرے کروانے کو
نرس کا وہ ایکسرے کر آئے ہیں

پڑھے لکھے

جو میرا ہوتا ہے جانا کسی بھی محفل میں
اُتارتا ہوں کبھی میں جماتا ہوں عینک
کسی کو شک نہیں ہوتا ہے قابلیت پر
پڑھے لکھوں کی طرح میں لگاتا ہوں عینک

مَٹّی پلِید

(فلم "شمع اور پروانہ" کے لئے سیف الدین سیف کے گیت کی پیروڈی)

اِس سے پہلے کہ تیرے ابّے کی
سُرخ بوٹی نگاہ بن جائے
زلزلہ آئے اُس کی مونچھوں میں
اِک طمنچے کی ٹھاہ بن جائے
مجھ پہ آجائے سارا ہی الزام
اور تُو بے گناہ بن جائے
میں ترے گھر سے دوڑ جاؤں گا
اِس سے پہلے کہ تیرا بھیّا بھی
مجھ کو کچھ مجھ سے ماسوا کہہ دے
میری معصومیت نہ دیکھ سکے
اور وہ مجھ کو "دُر، دفع" کہہ دے
جانے میں کپکپا کے کیا بولوں
جانے وہ دھاڑتے میں کیا کہہ دے
میں ترے گھر سے دوڑ جاؤں گا

دوڑ کر ایسا نامراد چلا
میں کہیں اور قدم کہیں ٹھہرے
دوڑ جانا ہی میرا بہتر تھا
اِسی باعث قدم نہیں ٹھہرے
کس طرح اور میں یہاں رُکتا
جب نہ پاؤں تلے زمیں ٹھہرے
میں ترے گھر سے دوڑ جاؤں گا

تجھ کو اِتنا ضرور کہنا ہے
وقتِ رخصت دھڑام سے پہلے
توڑ دوں رشتۂ وفا میں بھی
تم مُکر جاؤ مام سے پہلے
لے مری جان ہو گیا میں ہوا
کسی بھی قتلِ عام سے پہلے
میں ترے گھر سے دوڑ جاؤں گا

☺

تجھ پہ نظر کیوں ڈالتا، دِل ہی گیا تھا میرا او بھ
دیکھتا اور نہ بھالتا، دِل ہی گیا تھا میرا او بھ

جو میری آستینوں میں رکھے رہا رہائشیں
دِل میں اُسے کیا پالتا، دِل ہی گیا تھا میرا او بھ

میرا نہ بن سکا ہے تو، وہ ہے اگر حسیں تو ہو
بولتا اور نہ چالتا، دِل ہی گیا تھا میرا او بھ

وہ جو بنا نا آشنا، میں نے بھی منہ چڑا دیا
مفت میں خوں اُبالتا؟ دِل ہی گیا تھا میرا او بھ

کیسے سوالِ دِل پہ وہ مجھ کو فقیر کہہ گیا
یوں تو نہ مجھ کو ٹالتا! دِل ہی گیا تھا میرا اوبھ

ہم نے بنا کے بیچ دی سب کی سیریز کامیڈی
یادیں کہاں سنبھالتا، دِل ہی گیا تھا میرا اوبھ

حُسن تھا جب بنا ٹھنا، عشق بھی منہ بگاڑتا؟
بوتھے کو کیوں اُجالتا، دِل ہی گیا تھا میرا اوبھ

میں کہ رہا ناکامیاب، غیر کیوں ڈیٹ پر جناب
رنگ میں بھنگ تو ڈالتا، دِل ہی گیا تھا میرا اوبھ

پایا تھا اُس کا حسنِ تر، میڈ اِن بیوٹی پارلر
اس پہ سُخن غزالتا؟ دِل ہی گیا تھا میرا اوبھ

---اوریہ عورتیں
(لمرک)

عورتیں بھی ہیں مرے رب کی نرالی مخلوق
اوّلیں ہو کے بھی کہتی ہیں وہ خود کو مسبوق
لائینوں میں کہاں لگ پاتی ہیں
جھٹ سے لیڈیز وہ بن جاتی ہیں
پھر بھی درکار ہیں دنیا میں برابر کے حقوق

بیوی کی شاپنگ
(لمرک)

ہو بازار میں تو ہر کارِ شاکنگ کرتی رہتی ہے
اِس دوکان سے اُس دوکان کو واکنگ کرتی رہتی ہے
چاہے پنجوں پاؤں میں رہ رہ
یا جتلاؤں اُس کو کہہ کہہ
شاپنگ کرتی ہے بیوی تو شاپنگ کرتی رہتی ہے

☺

حسن ہے کیا بس بھرا ہے روژ
جلوہ کیا ہے، نِرا ہے روژ

عمر کی باچھیں پھیل گئیں
جادو جیسا چلا ہے روژ

رُخ کی حمرت جاگ اُٹھی
کیسا درخشاں ہوا ہے روژ

ڈاکہ زنی ہے یا میچنگ
رنگِ لب سا چنا ہے روژ

باغ کا چربہ ہیں عارض
عکسِ گل جیسا ہے روژ

چہرہ کچھ کا کچھ کر دے
سچائی پر دھرا ہے روژ

اُس نے گویا پردہ کیا
جس نے دب دب تھپا ہے روژ

مکھی بیٹھ کے اُٹھ نہ سکے
دلدل جیسا بنا ہے روژ

غزلوں کے یہ روپ کہاں
شاعر نے کچھ ملا ہے روژ

رَیختی

کر کے لگائی یوں نہ بھُلا دے مُنّے کے اَبّا
وہ ساری قسمیں، وہ سارے وعدے مُنّے کے اَبّا

دیکھو جی دیکھو ہم کو نہ کر دیں ملٹی پلائی
ہر آئے دن کے تیرے ارادے مُنّے کے اَبّا

اِتنے جلیبی میں پیچ و بَل بھی ہوتے نہیں ہیں
فضل خدا سے جتنے ہیں سادے مُنّے کے اَبّا

میری وجہ سے کہلاتا ہے تُو مُنّے کا اَبّا
اِس کے لئے بس مجھ کو دعا دے مُنّے کے اَبّا

نکلے جو ٹنگڑا سا لنچ کر کے چوڑا ہو کیا کیا
پاؤں دھرے تو دھرتی ہلا دے مُنّے کے ابّا!

مُنّے نے سب کو پیچھے لگایا، پھرکی بنایا
مُنّے کے نانے، مُنّے کے دادے مُنّے کے ابّا

نندوں کے بچے... نکلے ہوں جیسے ساون میں کیڑے
اِن کو بھی کچھ تو خوفِ خدا دے مُنّے کے ابّا

اِس کے سکولے کے ٹیچروں سے میں جا کے نمٹوں؟
یہ تو بتاؤ پھر تم ہو "کاہدے" مُنّے کے ابّا

وہ فیضؔ کی ہے تصنیف اور یہ ابن صفی کی
دستِ صبا یا دستِ قضا دے مُنّے کے ابّا

دَادُ / بیدَادُ

شعر سنے تو بول اٹھا ہر شخص "ارے!"
شعر پڑھے یا شعروں پر الزام دھرے
صماً بکماً بیٹھا ہے ہر شخص ظفرؔ
دے کر داد ادب پر کیوں بیداد کرے

عَرُوضِی

سخن میں بھر لے یوں جذبِ درُوں کو
کہ سننے والوں تک بھی آنچ جائے
عروضی پر یہ لازم تو نہیں ہے
بنا کر لفظوں کی چڑیاں اُڑائے

(شبابؔ کیرانوی کی غزل کی پیروڈی)

اللہ تری شان یہ اپنوں کی ادا ہے
ہوٹل میں ہمیں دیکھ کے منہ پھیر لیا ہے

مرنا ہی مقدر ہے تو شادی کی سزا کیوں؟
کس جرم کی نادان سزا کاٹ رہا ہے؟

ہر چند کہ اِک قصۂ تازہ ہے مری ساس
بوتھے پہ مگر آج بھی چانٹا سا پڑا ہے

دُھننے کی ہے ترکیب لبِ نہر بلانا
سالا یہ سمجھتا ہے وہی جیسے خدا ہے

ہر "فیصل آبادیا" فقرے ہی کسے گا
اِس شہر کا انسان تو جگتوں سے بنا ہے

کہتے ہو جسے دوست بچو اُس کے کرم سے
ہر روز نیا قرض وہ ٹھگنے پہ تلا ہے

آداب بجالائے تھے ہم مل کے ہوا کیا
کیوں موڈ ترے ویر کا امریکا ہوا ہے

فَائِروَال

چین سے لائے ہیں کیا پنگے نئے
قوم کے اربوں روپے جس پر لگے
قوم لیکن اِس سے کیا کھٹ پائے گی، یہ سوچیئے
کیسی فائر وال کی ہے مار بھی
مر گئی ہے نیٹ کی رفتار بھی

کیسی لائے ہیں نئی ٹیکنالوجی
قوم کا بیڑا ہوا سو فیصدی
آن لائن جن کی روزی روٹی تھی، وہ تو گئی
ٹھپ کیا یاروں کا کاروبار بھی
مر گئی ہے نیٹ کی رفتار بھی

اب معیشت آ گئی بوٹوں تلے
چیختے ہیں آپ تو چیخیں بھلے
ہو گئے دشوار تو ہوں زندگی کے مرحلے
آ گئی تا بہ شکم منقار بھی
مر گئی ہے نیٹ کی رفتار بھی

جن کے قبضے میں وسائل ہیں سبھی
اپنی ہی توندوں کے لائل ہیں سبھی
حل کریں گے قوم کے کیا، خود مسائل ہیں سبھی
اُن کے ہاتھوں وقت ہے مردار بھی
مر گئی ہے نیٹ کی رفتار بھی

وقت آیا قوم پر کیسا بُرا
بندروں کے ہاتھ میں ہے اُسترا
اِن کی چیرہ دستیوں کی زد میں ہے سب کا کھرا
رہ گئے ہیں بن کے یہ آزار بھی
مر گئی ہے نیٹ کی رفتار بھی

اب تو ہیں اِس بات پر جاسوسیاں
ہر طرف ہیں کیسی کانا پھوسیاں
اِن کی ڈفرستانیوں سے ہرسو ہیں مایوسیاں
سونگتے پھرتے ہیں اب گھر بار بھی
مر گئی ہے نیٹ کی رفتار بھی

کام جو اِن کا نہیں کرتے ہیں کیوں؟
گھاس جو اِن کی نہیں چرتے ہیں کیوں
خود کو انڈر راوتھ کہتے ہیں تو پھر پرتے ہیں کیوں؟
قابل نفرت ہے کیوں کردار بھی
مر گئی ہے نیٹ کی رفتار بھی

ایک شعر

حقائق کے اکھاڑے میں وہ کیوں نہ منہ کی ہی کھائے
جو ہر چینل سے معلومات چاٹے، آگہی کھائے

☺

اِس لئے تو عشق سے توبہ کا موڑ آیا نہ تھا
لیلیٰ مجنوں کی کہانی میں کوئی تھانہ نہ تھا

وہ بھی بیماروں کو نسخے سینکڑوں بتلا چکا
جس کا طب سے کوئی دورونزدکا رشتہ نہ تھا

اونٹ ہی کرنا پڑے مجنوں کو دشتِ نجد میں
اس قدر لمبا بھی راہِ عشق کا پینڈا نہ تھا

ایسی یونیفارم تھی اُن گرلز کی اسکول کی
روڈ پر نارنجی کا کوئی ٹرک الٹا نہ تھا

یہ تو سب شادی شدوں میں نارمل سی بات تھی
زن مریدی تو کسی کے واسطے طعنہ نہ تھا

آ گئی بارات تو اہلِ نظر دیکھا کئے
گھوڑے پر بھینسا تھا اک بیٹھا ہوا، دولہا نہ تھا

اس قدر کنگال ہو کر رہ گیا عاشق ترا
تجھ سے ملنے تیرے خوابوں میں بھی آ پایا نہ تھا

جب لگایا کالا دھن تو چڑھ گیا گھوڑی شتاب
کھوٹا سکّہ، جو دکانِ ناز پہ چلتا نہ تھا

وہ ستمگر چن چڑھا کر ہو گیا غائب کہیں
ہم دفاع کرتے رہے، ایسا نہ تھا، ویسا نہ تھا

بے تکلف تم تو میرے دل میں تھے پھیلے ہوئے
اور میں تھا یوں تمہارے کھاتے میں گویا نہ تھا

مل ہی جاتی ہے شکر خورے کو ڈھونڈے سے شکر
ایک وائی فائی تھا جو پاسس ورڈ والا نہ تھا

کس طرح مانوں کہ آیا تھا نظر تم کو گدھا
تم تو کہتے تھے کہ تم نے آئینہ دیکھا نہ تھا

مجھ کو مروانے لگا تھا میرا اندھا اعتماد
کاٹنے دوڑا تھا وہ بھی جو بہت کتّا نہ تھا

بزم میں آیا تھا خاصے پرتکلف سوٹ میں
گھر میں تو پہنے ہوئے لنگوٹ تھا، کرتہ نہ تھا

اُس کی محفل میں گیا تو آنے کا مقصد ظفرؔ
سب نے پوچھا تھا، مری پینکی نے ہی پوچھا نہ تھا

دِل کا بِیمہ

(لمرک)

ہم نے کسی کی الفت میں چین جو گنوایا
اِس باب میں سراسر اپنا قصور پایا
بالوں کو نوچتے ہیں
رہ رہ کے سوچتے ہیں
کاہے کو اپنے دِل کا بیمہ نہیں کرایا

غِیبَت خُو بھانڈ

(لمرک)

یاروں کی اک محفل میں تھے سارے ہی بدمستے
غیبت سے جو لطف اُٹھاتے کس کس فقرے ستے
کوئی نہ اُٹھنے پاتا
اور جو اُٹھ کے جاتا
اپنی بھد اُڑواتا، سارے اُس پر جگتیں کستے

رَیختی

پوز ریما سا بنائیں، آ سکھی!
ایکس پر سیلفی لگائیں، آ سکھی!

رو چکی ہیں پیدا ہونے پر بہت
کھِل اُٹھی ہیں، کھلکھلائیں، آ سکھی!

ہر کسی پر مرتے ہیں سو جاں سے وہ
ہم اُنھیں ٹھینگا دکھائیں، آ سکھی!

آنگن عشاق ٹیڑھا ہی سہی
ناچ تگنی کا نچائیں، آ سکھی!

ہاٹ سی وڈیو بنانے کے لئے
جا کے بارش میں نہائیں، آ سکھی!

ہم اُنہیں بن کر دکھائیں، جو کہیں
خوبصورت سی بلائیں، آ سکھی!

جلوے میک اپ کی تہوں میں گُم کریں
چہرے اِس پردے میں لائیں، آ سکھی!

قاضی فائز عیسیٰ جیسا وقت ہے
اپنی عزّت خود بچائیں، آ سکھی!

چل! چلائیں اُلٹے سیدھے دست و پا
ریختی کی ہیں سبھائیں، آ سکھی!

رانیاں بن جائیں ملکِ شعر کی
کر کے آئیں بائیں شائیں، آ سکھی!

مُختَصَر پرَیم کتھاَ

اگرچہ میرے تمام خوابوں کا ایک محور ہے ۔۔۔ تیرا پیکر

بُری طرح ہوں کریش تجھ پر

تمام ارماں ہیں تیرے تاڑو

دعائیں اوباش نوجوانوں کی طرح رہتی ہیں تیرے پیچھے

مگر مقدر کے یہ نوشتے

بنے ہیں ٹھینگا

تری نگاہوں کی ناسپاسی کسی چپت کی طرح

مسلسل برس رہی ہے

مری محبت (مری حماقت) پہ ہنس رہی ہے

☺

ابھی میں کالج سے آرہا ہوں

تو میں نے غرفے پہ تجھ کو دیکھا

گلابی جوڑا

گلابی چہرہ

گلابی موسم۔۔۔گلابی چیونگم

فضا گلابی۔۔۔ہوا گلابی

میں بُت بنا تجھ کو دیکھتا تھا

تری نگاہوں سے شعلے نکلے

گلابی چہرے پہ بجلی چمکی

دھڑام کی اِک صدا سی گونجی

(یہ تم نے کھڑکی کلوز کی تھی)

ایک شعر

اُن کو کیسے ملے ہدایتِ حق

جن کی تقدیر میں ہی ڈونٹس ہوں

☺

کھینچے اُس نے کان مرے
توڑ دیئے ہیں مان مرے

سائن کرتے پھرتے ہیں
دیواروں پہ پان مرے

اپنے محب کا سر کھولا
واہ رے پاکستان مرے

اب تو گھر کے مالک ہیں
دو دن کے مہمان مرے

کرتا ہے ہر آئے دن
ری رائٹ پیمان مرے

چھوڑ چلا ہے مجھ کو اور
لے کے چلا اوسان مرے

پُرجا جب مسکین ہوئی
ڈون بنے سلطان مرے

رشتہ دار ہیں کیا مچھر
درپے ہیں ہر آن مرے

فیور ڈُوں نہ رقباء کو
ہیں تو ہوں نقصان مرے

اِتنا پیار کروں تجھ سے
بھر جائیں دالان مرے

جگ میں ایک بھکاری ہوں
نخرے عالی شان مرے

کوئے یار پہ ناکہ ہے
روز ہی ہوں چالان مرے

یوں آگے سے کوئی ملا
چکرائے وجدان مرے

اُس کا غان رویّے پر
تیور ہیں ملتان مرے

ڈر رہتا ہے بیگم سے
کھوج نہ لے رومان مرے

جوڑی دار جو ٹکرایا
لیٹ گئے پردھان مرے

ایک روپلی کے ہوں گے
رَدّی میں دیوان مرے

اُف یہ گرانی!

اِس گرانی نے بوتھا کر دیا ہے روندو سا
مسکرانے والوں کی شکلیں اور ہوتی ہیں
کل تو ایک بنئیے نے دے دیا ہمیں طعنہ
دال کھانے والوں کی شکلیں اور ہوتی ہیں

دِیدہ دلیری

اکثر لوگ اِسی باعث تو ہیں سوکھے
دیدہ دلیری میں وہ سارے چیتے ہیں
اور ہم جیسے شرفاء کی نہ پوچھ ظفرؔ
دنیا کو سسرال سمجھ کر جیتے ہیں

(ازہر درانی کی غزل کی پیروڈی)

مرا نصیب ہوئیں جوتیاں زمانے کی
خدا نے خوب سزا دی ہے دل لگانے کی

مرے خدا میری ٹانگوں میں بجلیاں بھر دے
ضرورت آن پڑی دڑکیاں لگانے کی

میں دیکھتا ہوں ہر اک سمت نیب کے چھاپے
الٰہی خیر سیہ کاروں کے گھرانے کی

سو خوش گمانیوں کے جال سے نکل آؤ
کہ اُس کُڑی کو تو عادت ہے مسکرانے کی

جو مک مکا نہیں کرتے تو پار ہو جاتے
جنہیں خبر ہے لٹیروں کے ہر ٹھکانے کی

ہزار ہاتھ گریباں تک آ گئے کیانی
ابھی تو آنکھ دبی بھی نہ تھی نمانے کی

مُنہ مَیں پَان ہَے

مانا دنیا کے لگے ہیں کان، منہ میں پان ہے
جاری کر سکتا نہیں فرمان، منہ میں پان ہے

اِس قدر مصروف ہوں، کچھ کہنے کا یارا نہیں
صبر کیجے آپ اِس دوران، منہ میں پان ہے

میری چپ میری رضامندی نہیں! ہرگز نہیں!!
مت دکھائیں دیدۂ حیران، منہ میں پان ہے

جب مجھے دیکھے گا، پائے گا مجسم اشتہار
میں کراچی کا ہوں میری جان، منہ میں پان ہے

کیوں سمجھتا ہے جگالی کرتی بھینسوں کی طرح
میں اُٹھاتا اِس پہ بھی طوفان، منہ میں پان ہے

پیک سے کر سکتا ہوں رنگیں درو دیوار کو
کس کو دیوالی کا ہے ارمان، منہ میں پان ہے

خان جی نے کر دیئے تھے جس طرح نسوار سے
ہیں، تو ہوں دندان بھی قربان، منہ میں پان ہے

وہ جو دے سکتا تھا بھاشن مجھ کو ترکِ پان کا
دیکھ لیجے! اُس کے بھی ہر آن منہ میں پان ہے

کیا کہوں جاری ہے کب سے مجھ میں کیسی کشمکش
دِل میں ہے باتوں کا اِک گھمسان، منہ میں پان ہے

دیکھنے والے کو یکسر منہ چڑاتا سا لگے
پھیلتی چہرے پہ کیا مسکان، منہ میں پان ہے

میں اگر بولا، کسی کو کچھ سمجھ آنا نہیں
ناچیں گے کتھک سبھی اذہان، منہ میں پان ہے

سننے کو سُن لی تری ساری کی ساری راگنی
کس طرح اپنی اُٹھاؤں تان، منہ میں پان ہے

ہائے فرمائش غزل کی داغ دی ہے کس سمے
میں سُنا دیتا تجھے دیوان، منہ میں پان ہے

اُوُوُوُوُوُ

ایسے کیسے بھلا ظفرؔ صاحب
ہم کریں احتجاج اووووو
اپنے دِل کا غبار۔۔۔مردہ باد
اور اُن کا سماج اووووو

بھائیِ بھلکڑؒ

کم نگاہی کا گلہ تھا یوں تو
حافظہ اور بُرا تھا یوں تو
ڈھونڈتے پھرتے تھے سارے گھر میں
ناک پر چشمہ دھرا تھا یوں تو

زوجہ / چشمہ

پہلے کرتی تھی وہ تنہا
اب جس کام لگا ہے چشمہ
میرے کان پکڑنے والا
یا زوجہ ہے یا ہے چشمہ

☺

وقت نے لے لیا ہے زیرِ داڑھ
دِل بہت چیختا ہے زیرِ داڑھ

یوں تو وحشت دکھائے قیس بہت
پر سکوں آ چلا ہے زیرِ داڑھ

وہ جو اونچی ہواؤں میں تھا کبھی
دُم دبائے پڑا ہے زیرِ داڑھ

اوورا سمارٹ بنتا تھا خاصا
وہی جو آ چکا ہے زیرِ داڑھ

چیختا ہے چبائے جانے پر
کس قدر گڑبڑا ہے زیرِ داڑھ

آج پتا کھلا ہے کھیڑے کا
اور رانجھا نما ہے زیرِ داڑھ

جیسے نسوار خان صاحب کی
کوئی کیسے دبا ہے زیرِ داڑھ

سوچتا ہے کہ کر لے اووووو
احتجاج اب روا ہے زیرِ داڑھ

شاعری کی جگالی کرتے ہوئے
شعر اِک پھنس گیا ہے زیرِ داڑھ

عَزِیزِمَنْ

(لمرک)

پنڈی کو وہ جب اوکاڑنے آتے ہیں
کیا ہم زندہ ہیں؟ یہ تاڑنے آتے ہیں
کام اِدھر ہو کوئی
تو کچھ دیر کو یونہی
گونگلوؤں سے مٹّی جھاڑنے آتے ہیں

تھُوکنُا مَنعُ ہَےُ

(لمرک)

بہرِ پبلک کہاں بھلا تنصیب نہیں
فرش پہ تھوکنا تو کارِتہذیب نہیں
دیکھ کے خاصا کھولا
لال بجھکڑ بولا
کیا یہ چھت پر تھوکنے کی ترغیب نہیں

رَیخُتیِ

تمہارے پیار نے نقصان ہی کیا اکثر
کہ موئی یاد نے سالن جلا دیا اکثر

اُنہیں تو خوش یہی مشروب آیا لے دے کے
"پیا" نے میرے جگر کا لہو پیا اکثر

میں اُن کے گھر کہاں رہ سکتی ہوں بلا میک اپ
جو سانولے کو بھی کہتے ہیں "کالیا" اکثر

اُنہیں کی بخشی گئی ٹینشنوں کا تحفہ ہے
وہ کہہ رہے ہیں جسے "مالیخولیا" اکثر

طبیب اُس کی ہزاروں میں فیس لے لیتے
وہ زخم دو ہی تروپوں میں جو سیا اکثر

مجھ ایسی ٹھُس کو بھی بم بن کے پھٹنا پڑتا ہے
کہ متھے لگتا ہے سسروں کا مافیا اکثر

محلے والیاں کیا جانیں میرے والے کو
وہ کیسے کہتی ہیں اُن کو "مخولیا" اکثر

میں جانتی ہوں وہ گھر میں ہیں کتنے علیجاہ
پھریں جو بن کے پرنس آف پرشیا اکثر

اگرچہ اُن سے تھی ناراضی، دیکھئے پھر بھی
یہ میرا ظرف کہ ہر شعر سُن لیا اکثر

ڈاھڈے بندے کی کتھا

(نظمِ معین)

ڈاھڈا تھا خاصا

سارے پریشاں رہتے تھے اِس سے

تا بہ جوانی قابو نہ آیا ماں باپ سے وہ

اُستادوں کی بھی اُستادیوں کو ٹھینگے پہ رکھا مانا نہ اُس نے

پھر یوں ہوا کہ اُس نے کیا love اور پھر رچالی اک ماڈرن سی لڑکی سے شادی

اُس ڈاھڈے بندے نے بیوی پائی خود سے بھی ڈاھڈی (فضلِ خدا سے)

اب اُس کی حالت دیکھیں تو باور آئے نہ ہم کو

یہ چُرمرایا سا شخص پہلے

ڈاھڈا تھا خاصا

بَازَارِ ہستی میں

زور و زر کی اِس دنیا میں زعم کسے اقدار کا ہے
کون سبق پائے اصحابِ دنیا دار کی نگری میں
کس ٹکسال کے سکّے چلتے ہیں بازارِ ہستی میں
دین ایمان کا بھاؤ کیا ہے کاروبار کی نگری میں

خَوف

ناگا ساکی کا افسانہ
آج بھی ہے اِک تیر کماں میں
ایٹم بم سے کہیں ہے بڑھ کر
ایٹم بم کا خوف جہاں میں

(شاہد ذکی کی غزل کی پیروڈی)

یار فنکار سا فنکار سمجھتے ہیں مجھے
جانتا تھا کہ مرے یار سمجھتے ہیں مجھے

پنڈ والوں میں مجھے بابو گنا جاتا ہے
شہر کے لوگ تو گنوار سمجھتے ہیں مجھے

فاختہ امن کی بن کر میں جہاں جاتا ہوں
دیکھنے والے چڑی مار سمجھتے ہیں مجھے

جرم یہ ہے کہ میں کرتا ہوں صفائی گھر کی
اور سزا یہ ہے جمعدار سمجھتے ہیں مجھے

عمر نے کبُڑا بنایا ہے مرے پیکر کو
ڈھونڈتے گمشدہ دینار سمجھتے ہیں مجھے

کیا خبر کل کو کوئی آپ کو جڑ دے آ کر
آپ جس لات کا حقدار سمجھتے ہیں مجھے

ڈِنکی لگوا کے اُنہیں پار میں لے جاتا ہوں
ہم وطن اِس لئے خرکار سمجھتے ہیں مجھے

بھونڈ کی طرح سرِ راہ ہے کھڑا ہوں سو ظفرؔ
تاڑنے والے غلط کار سمجھتے ہیں مجھے

☺

نہیں افلاس سے ننگا، جہاں تک جانتا ہوں میں
کوئی فیشن کا ہے پنگا، جہاں تک جانتا ہوں میں

مفاد اُن کے اگر محفوظ ہیں تو سارے اوکے ہیں
نہ یہ ماڑا، نہ وہ چنگا، جہاں تک جانتا ہوں میں

اَڑنگی اُس کو دینے والا بھی ہے امن کا داعی
نہ بھائے اُس کو بھی دنگا، جہاں تک جانتا ہوں میں

جسے جمہوریت گردانتے آئے ہیں ہم ناداں
کسی گنجے کا ہے کنگا، جہاں تک جانتا ہوں میں

وہ ویزہ پا نہیں سکتا چنانچہ آ نہیں سکتا
تجھے ملنے کو دربھنگہ، جہاں تک جانتا ہوں میں

طبعاً تو ہے سیانا وہ، زمان کی ٹکٹکی پر تو
فریبِ عشق نے ٹنگا، جہاں تک جانتا ہوں میں

مچھندر پاس سے گزرا تو اِس پر کر دیا بلوہ
کوئی کھنگا تو کیوں کھنگا، جہاں تک جانتا ہوں میں

کم از کم سات بندوں کا تو کونڈا کرنے آیا ہے
جمالِ یار ست رنگا، جہاں تک جانتا ہوں میں

پراگندہ اُسے اُلٹا ترے یہ پاپ کرتے ہیں
وہی تُو ہے، وہی گنگا، جہاں تک جانتا ہوں میں

تُو با تونی ہے تو اُس میں بھی ہیں اوصاف خاتونی
سُکھا دے گی ترا سنگھا، جہاں تک جانتا ہوں میں

اگرچہ دوسروں کی عیب جوئی ہے شعار اُس کا
ظفرؔ ہے آپ بے ڈھنگا، جہاں تک جانتا ہوں میں

بے مول شوق

ایسی حالت میں بھی قرار نہیں
کس قدر سچّا پیار چاہتے ہیں
اُن کی عینک ہے تین نمبر کی
بیویاں چار چار چاہتے ہیں

آن لائن

یہ روابط کمپیوٹر ایج کے
اِس قدر بھی سچے ہو سکتے نہیں
آن لائن شادی ممکن ہے مگر
آن لائن بچے ہو سکتے نہیں

مَجبُورِی

(مصطفیٰ زیدی کی نظم "دُوری" کی پیروڈی)

پہلے تیری محبتیں پا کر
ہم خیالی پلا پکاتے تھے
ٹھرکیانہ حیات کرتے تھے
ڈیٹ بس تجھ سے ہی لڑاتے تھے

جس قدر بھی کمایا کرتے تھے
کر کے شاپنگ تُو لوُٹ جاتی تھی
جب بھی ملنے کو آتی تھی مجھ سے
اِک نیا لے کے سُوٹ جاتی تھی

ہم تھے مجنوں تو لیلیٰ بنتی تُو
ہم تھے دِل، تُو دماغ تھی، کیا تھا
تجھ کو مطلق سمجھ نہیں پائے
شامتوں کی پناغ تھی، کیا تھا

اور اب یا لگاتے ہیں سُوٹے
یا فلک کو دعائیں دیتے ہیں
جب تُو گزرے میاں کی معیت میں
دُور سے تجھ کو تاڑ لیتے ہیں

تَرُوِینٰی

کہتا تھا ایک "کھاؤ" بڑے اعتماد سے
جلتا رہے وہ سڑیل جو کہتا ہے مجھ کو چور

کوؤں کے کوسنے سے تو مرتے نہیں ہیں ڈھور

کرَایَہ دَار

سیاحت اُن کی قسمت میں لکھی ہے
ہیں سارے ہی جہاں میں رہنے والے
ظفرؔ خانہ بدوشوں کی طرح ہیں
کرائے کے مکاں میں رہنے والے

اِسمَاٹنَیس

اِس آلسی سے ملک میں ایسی سمارٹنیس
وہ اپنی "ایفی شینسی" سے حیران کر گیا
کوداہے ایک رات میں اِتنے گھروں میں کل
"اِک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا"

☺

جیسے ہے ہر نیام میں شمشیر ایک آدھ
ہر رانجھے کے نصیب میں ہے ہیر ایک آدھ

وہ جانتی ہے کاٹھ کا اُلّو مجھے تو پھر
کرلوں میں اُس کے عشق میں تقصیر ایک آدھ

اِن فلٹروں میں فوٹو بنا لینا سینکڑوں
صورت سے مل ہی جائے گی تصویر ایک آدھ

نائٹ میئر کے باب میں کیسا گمان ہے
میرے بھی حق میں آئے گی تعبیر ایک آدھ

دو سال بعد آن کے کہنے لگا وہ شوخ
ہو جاتی ہے وصال میں تاخیر ایک آدھ

گویا سبھی کے بخت میں پنگا ہے عقد کا
ہر مردِ حُر کو چاہیے زنجیر ایک آدھ

تجّارِ جنگ وجدل یونہی کامراں نہیں
رکھتے ہیں مارکیٹ میں کشمیر ایک آدھ

محروم بدمعاش کوئی بھی نہیں رہا
سب کو ملی ہے خلعتِ توقیر ایک آدھ

اینٹھی ہوئی ہے زیست سے کوٹھی کنال کی
باقی ہے پھر بھی حسرتِ تعمیر ایک آدھ

لیڈر کی ہیں ویکینسیاں اب کے چناؤ میں
رٹ لیجیئے گا آپ بھی تقریر ایک آدھ

بدنامیاں ہی آپ کو راس آئیں، کیا خبر
(ویسے ہے یہ بھی صورتِ تشہیر ایک آدھ)

اونچی ہو چوکیدار کے (مالک کے) سامنے
جس ناک کو ہے خواہشِ نکسیر ایک آدھ

اے کاش میری سمت بھی آجائے اب ظفرؔ
بھٹکا ہوا کیوپڈ کا ہی تیر ایک آدھ

تَرْوِینِی

یہ ہے مولانا ڈفر کا فتویٰ
غیر شرعی ہے جو وی پی این ہے

بسکہ شرعی ہے فقط فائر وال

تَڑِی

وہ چنّو منّو جو قسمت میں ہیں، تمہیں اُن کی
اگر مدر نہ بنایا تو میرا نام نہیں
گریزاں ہو کے مرے سائے سے بھی چلتی ہو
مسز ظفرؔ نہ بنایا تو میرا نام نہیں

مَارُکیِٹِنگ

ہر کسی کو منافع کی ہے ہوس
بس اِسی دوڑ میں ہیں سب بھائی
جھوٹ ہے کاروبار کی نگری
مارکیٹنگ میں گم ہے سچائی

(نجیب احمد کی غزل کی پیروڈی)

محبت پھر "چولنا" چاہتی ہے
بلا اِس گھر میں پلنا چاہتی ہے

پلنگ میں زلزلے کب جاگتے ہیں
مسز کروٹ بدلنا چاہتی ہے

سبھی تاڑو چلے آئے نکل کر
حنا کوچے میں چلنا چاہتی ہے

چلی ہے پھر سے بیوٹی پارلر کو
کوئی صورت بدلنا چاہتی ہے

مری امّاں کو حسرت ہے بہو کی
مگر ماسی بدلنا چاہتی ہے

جدھر دیکھو اُدھر پنکی کے جلوے
یہ ہاتھوں سے نکلنا چاہتی ہے

یہ نامعلوموں کی گندی سیاست
وطن کو ہی نگلنا چاہتی ہے

خَیَاُلِی بلاؤ

اگر گھر میں چاول نہیں ہیں تو کیا ہے
مزے پھر بھی اِس کے اُڑا لیجئے گا
یہ تیار ہو جاتا ہے ایک پل میں
"خیالی پلاؤ" بنا لیجئے گا

گُمَاُن

پتھر دیکھ کے چہرے پر ہے
دیدۂ مبہوت کا سایہ
بچوں نے پھینکے ہیں یا پھر
پیڑ پہ ہے جن بھوت کا سایہ

☺

دِکھا کے انگشتری "پیا" کی مجھے نامنظور کہہ دیا ہے
کمال شائستگی سے ظالم نے یوں "دفع دُور" کہہ دیا ہے

یہ عقد ہے کیا کوئی ایجنسی کہ بندہ ہی کر دیا ہے غائب
تمام یاروں نے اپنے پیارے کو اب تو مفرور کہہ دیا ہے

دِکھائے اندازِ لن ترانی مجھے تو ہر دوسری زنانی
پکارے جاتی ہے بھوت، غلطی سے جس کو بھی حور کہہ دیا ہے

نہ تب کوئی دشمنی تھی اُس کو، نہ اب ہے ہم سے کوئی محبت
کیا تھا بدنام جس نے ہم کو اُسی نے مشہور کہہ دیا ہے

میں کیسے بتلاؤں تجھ کو سنگیا کہ میرا ذوقِ نظر ہے وکھرا
تُو جس کو معیارِ حسن کہتا تھا اُس کو لنگور کہہ دیا ہے

عجیب فیشن ہے، تن کے سارے ہی زیر کر کے زبر چلے ہیں
وہ خود سے باہر ہوئے پڑے ہیں کہ جن کو مستور کہہ دیا ہے

چھڑے ہیں محروم اِس سے اب تک چنانچہ انگلی اُٹھا رہے ہیں
جو نازِ بیوی اُٹھا رہے ہیں اُنہی کو مزدور کہہ دیا ہے

سبھی اُسے تاڑنے گئے تھے، پر اُس کا عدلِ نظر تو دیکھو
کسی کو عاصی بتا رہے ہیں، کسی کو مبرور کہہ دیا ہے

نہ اپنی دھوتی کی فکر کی اور نہ اُن کے تمغوں کا مان رکھا
ظفرؔ جسے جو بھی کہنا تھا ہم نے حسبِ دستور کہہ دیا ہے

مِٹھُّو مِیاں

(لمرک)

مٹھو میاں جب کچھ نہ سیکھیں، کیا کیجے
ہم کوشش پوری کرتے ہیں، کیا کیجے
پر نہ آئے کچھ
رٹ نہ پائے کچھ
مٹھو میاں کی وہی ہے ٹیں ٹیں کیا کیجے

بجلی کا بِل

(لمرک)

وہ یونٹوں کے ریٹ ہیں، حیران عقل ہے
اِس باب میں حکومت کا لوگوں پہ فضل ہے
مارے بہت کرنٹ
اور اِس قدر بلنٹ
بجلی کا بِل بھی شامل آلاتِ قتل ہے

☺

کیسا سچ اگلتا ہے، یہ بھی دیکھ لیتا ہوں
سب کو کیوں وہ کھلتا ہے، یہ بھی دیکھ لیتا ہوں

دو دِنوں کا مہماں تھا، سال پہلے آیا تھا
کب تلک وہ ٹلتا ہے، یہ بھی دیکھ لیتا ہوں

کن حسیناؤں کا یہ کارنامہ ہے جانے
منھ پہ کیسا پلتا ہے، یہ بھی دیکھ لیتا ہوں

ذکر ہو جو وعدے کا، رنگ اُس کے چہرے کا
کس طرح بدلتا ہے، یہ بھی دیکھ لیتا ہوں

بیگماتی حق ہے تو اور کوئی سینے پر
مونگ کیسے دلتا ہے، یہ بھی دیکھ لیتا ہوں

آج دِل کی کُٹیا سے لے کر آستینوں تک
کون کون پلتا ہے، یہ بھی دیکھ لیتا ہوں

فیس بُک پہ پنکی کی آئی ڈی سے ہے گپ شپ
غلطی ہے یا غلطا ہے، یہ بھی دیکھ لیتا ہوں

یہ ادا ہے نخروں کی یا ہے چال کھسروں کی
کس طرح وہ چلتا ہے، یہ بھی دیکھ لیتا ہوں

مار سکتا ہے کیا ٔنی، بونگیاں بھلا کتنی
کس قدر "چولتا" ہے، یہ بھی دیکھ لیتا ہوں

ڈکارُ

جگہ جگہ پہ دھماکوں کی ایسی خبریں ہیں
کہ جس کے خوف نے تتنگنا دیا مرے جی کو
"خیالِ خاطرِ احباب چاہیے ہر دم"
ترے ڈکار نے دہلا دیا مرے جی کو

بسوں والے

سواریوں کو ہراساں کریں بسوں والے
کہ فائدہ تو اُٹھاتے ہیں لانگ روٹ کا وہ
یوں چھینا چھپٹی کیئے پھرتے ہیں سرِ راہے
مسافروں کو سمجھتے ہیں مال لوٹ کا وہ

لگائے دِل سے سدا جس حبیب کے دکھ سُکھ
وہ بانٹنے لگا میرے رقیب کے دکھ سُکھ

بچھڑے گزرتے ہیں انجامِ عقد سے آخر
کہ مل کے رہتے ہیں سب کو نصیب کے دکھ سُکھ

یہ سُکھ تو حرفِ اضافی ہے روزمرّہ میں
نہیں درست جو بولیں "غریب کے دکھ سُکھ"

وصول کر کے اُسی جتنی فیس ظالم سے
کبھی مریض بھی پوچھیں طبیب کے دکھ سُکھ

سکوں کی سانس نہیں لینے دیتے بڑوے کو
یہ رشتہ ہائے بعید و قریب کے دکھ سُکھ

اِسے تو طوقِ غلامی گلے کا ہار لگے
سو پوچھتا نہیں قومِ عجیب کے دکھ سُکھ

یہ ایسا دورِ گرانی ہے، بلبلائیں سبھی
سپیکروں پہ سنو گے خطیب کے دکھ سُکھ

کوئی زمانے میں مظلوم اِن سا لگتا نہیں
سُنے نہ جائیں گے تم سے مثیب کے دکھ سُکھ

کبھی تو اُن کے کچن میں بھی جھانک کر دیکھے
کھلیں زمانے پہ شاعر ادیب کے دکھ سُکھ

گِرہ کٹ گِرہیں

(اکبرؔ الہ آبادی کے سنجیدہ اشعار سے دست درازی)

؎ ہرجائی بنایا تری ہرجائی طبع نے
"اب موت کا طالب ہے طلبگار یہ تیرا"

؎ کسی کا ممتا بھرا عشق تھا سرِ بالیں
"خدا نے فضل کیا، طفل دل بخیر رہا"

؎ زمانہ عقد کے گرداب کی جانب اُسے کھینچے
"خدا جب تک کسی کا حافظ و ناصر نہیں ہوتا"

؎ عارضہ ہوگیا تھا عقد کے بعد
"نہ گیا اُن کے دِل سے شک نہ گیا"

؎ ایسا دل پھینک ہوں، ہر لڑکی پہ دل وار دیا
"وہ مسافر ہوں جو ہر گام کو منزل سمجھا"

؎ میں لات کوئے یار سے کھا کر بھی چل گیا
"اچھا ہوا مزا تو محبت کا مل گیا"

؎ قاضی فائز ہوں چنانچہ لعنتیں تا حشر ہیں
"میں نہیں وہ جسم جو مٹی میں پنہاں ہوگیا"

اُ

ہیک کر سکتا ہے سسٹم کی خبر ہونے پر
"دوستوں ہی میں سے ہو جاتے ہیں دشمن پیدا"

ہائے کن بھوتوں کے ہتھے چڑھے اربابِ وطن
"ظلم پوشیدہ کیا کرتے ہیں جادو کی طرح"

وہ اُٹھا کے ایسے لتّر نہ مرا اعلاج پوچھیں
"مرے دردِ دل کو سمجھیں، مری احتیاج پوچھیں"

بہت اونچی ایڑی کا پاپوش تھا
"چلے تو قیامت بپا ہو گئی"

اہلِ چمن کا شور ہے، فکرِ شکم بھی کیجئے
"صحنِ چمن میں زینتِ نقش و نگار ہو چکی"

مری صداؤں پہ کرتے ہیں ہوں نہ ہاں کیا نی
"اب آرزو ہے کہ وہ مائل جفا ہوتے"

ہمیں بھی شامتِ اعمال لے چلی سسرال
"بہانہ چاہیے آخر کوئی قضا کے لئے"

مرغا بنے ہیں ہم بھی وفا کی کلاس میں
"مجنوں کا نام ہو گیا، قسمت کی بات ہے"

اِسی لئے تو لگائی گئی ہے فائر وال
"نہ پھیلے بُوئے گلستاں اگر ہوا نہ چلے"

گِرہ کٹ گِرہیں

(سیّد ضمیرؔ جعفری کے سنجیدہ اشعار سے دست درازی)

اِسی باعث تو کہتے ہیں ہمیں "اللہ میاں کی گاں"
"ضرورت ہم نہیں رکھتے، شکایت ہم نہیں کرتے"

پیاز کے کاٹے سے جو نکلے جاتے ہیں
"آنکھوں کی رونق ہیں اشک پیازی سے"

کیا اُسے مرغا بنانے کو ملا تھا ایک میں
"مجھ کو بس اِتنا گلہ ہے گردِشِ ایّام سے"

ظفرؔ سوئے رہے ہیں بیچ کر سارے گدھے گھوڑے
"سحر پھُوٹی تو تھی لیکن سحر دیکھی نہیں ہم نے"

عقلمندی سے اِسے ضائع نہ کر دینا کہیں
"زندگی کچھ قیمتی نادانیوں کا نام ہے"

دِل کا کہنا ہے کہ باقی عقدِ ثالث ہے ابھی
"عمر کہتی ہے کہ انجامِ سفر نزدیک ہے"

آتی جاتی لڑکیوں سے پوچھ لیں گے راستہ
"راستے سے بے خبر رہنا بھی اچھی بات ہے"

اُ

و و

ے اُس کی گلی میں لندن و پیرس ملیں مجھے
"یہ اپنے اپنے ذوقِ سیاحت کی بات ہے"

ے دیکھ کے چل سسرال کو کیا نی
"یہ رستہ ہموار نہیں ہے"

ے میری تہمد پھٹی کی پھٹی رہ گئی
"ریشمی چادریں مقبروں کے لئے"

ے جتنے بھی جائز نکاح تھے بے رُکے ہم نے کئے
"بجلیاں چُنتے رہے ہم آشیانے کے لئے"

ے جانو مانو سے گپ لڑانی ہے
"رات کافی ہے رتجگوں کے لئے"

ے گوشِ خرگوش ہیں اِن لاز نہیں ہوسکتا
"عشق کا روگ کبھی راز نہیں ہوسکتا"

ے شامتِ اعمال کااا اصرار ہے
"ہر سمندر میں سفینہ چاہئیے"

ے دبدبہ بھی دیکھ میرا اپنے لوگوں پر ذرا
"تُو نے دیکھا ہے محاذِ جنگ سے پسپا مجھے"

ے بس اپنی سناتا ہے، کسی کی نہیں سُنتا
"اِک لفظ بھی اُس شخص سے ہم کہہ نہیں سکتے"

اُ

و و

گرہ کٹ گرہیں

(انور مسعود کے سنجیدہ اشعار سے دست درازی)

ؔ تجھ کو معلوم ہے یہ دور ٹویٹر کا ہے
"تُو نے خود سے بھی کوئی بات چھپا رکھی ہے"

ؔ باندھ کر موٹی سی ڈوری سے تجھے کرسی سے
"تُو ملے تو میں تجھے شعر سناؤں اپنے"

ؔ لگا کے بیٹھا تھا کانوں میں کوئی ہینڈ فری
"مگر فقیر گزرتے رہے صدا کرتے"

ؔ یہی تھا جس نے نبھایا ہے ساتھ دنیا میں
"جدھر گیا ہوں مرے ساتھ راستہ بھی گیا"

ؔ ماڑوں کو کوئی بھاؤ نہیں دیتی ہے دنیا
"بولیں تو کسی کو بھی سنائی نہیں دیتا"

ؔ میں ففٹی کے لگ بھگ تھا وہ تو بیس برس کی
"چڑھتے ہوئے سورج سے مری آنکھ لڑی تھی"

ؔ جب مری بارات پہنچی، راوی تھا طغیانی پر
"کس سے پوچھوں خواب میں کیسا ہے دریا دیکھنا"

ے میری وگ ہے ذرا ہلکی سو یہی خوف رہے
"جب چلی تیز ہوا ایک تماشا ہوگا"

ے ماں بہن ایک کئے بیٹھا ہے جو دنیا کی
"شکوہ گردش حالات لیے پھرتا ہے"

ے "پوتھیا" کہتے ہو اور بغلیں بجاتے ہو عبث
"دوستو کوئی تو الزام نیا دے جاؤ"

ے لوڈ شیڈنگ کا سمے آ گیا، تیار رہو
"دیکھنا پھر کوئی صورت نہ سجھائی دے گی"

ے ٹیکس تو لیتی ہے سی ڈی اے ہزاروں میں مگر
"سر چھپانے کو میسر تو ہے گھر جیسا بھی ہے"

ے بنے گالیاں ننگی ننگی ظفرؔ
"کنائے ترے، استعارے ترے"

ے تاڑتے ہیں کس لئے برقع نشینوں کو عبث
"کیا خبر ہے، کون سے اسرار ہیں پردے کے پیچ"

ے ساتھ رہتا ہے ہمیشہ بھوت تیری یاد کا
"آئینے کی بات سچی ہے کہ میں تنہا نہیں"

ے کبھی ہاتھوں میں لگا لینا حنا کی ایلفی
"ہاتھ سے ہاتھ ملا ہے تو ملائے رکھنا"

گرہ کٹ گرہیں

(عنایت علی خان کے سنجیدہ اشعار سے دست درازی)

ہمارے سیرِ چمن کے بھی پیسے پورے ہوں
"برائے سیرِ چمن گروہ گلعزار آئے"

یہ ایک ناگ کے دو منہ ہیں آج کل کیانی
"نہ راہبر نہ کسی راہزن کی بات کرو"

وہ پارلر سے جو آئے تو "وہ" نہیں ہوں گے
"نگاہِ شوق نے دھوکا کوئی دیا ہو گا"

فلسفے کتنے برآمد کئے لایعنیوں سے
"شعر گوئی میں تو یہ شخص بھی کامل نکلا"

قاتلِ اہلِ دلاں ہے کوئی مخمور سی چشم
"گرچہ واقف ہے کہ اِس جرم کی تعزیر بھی ہے"

دیتا نہیں ہے بھولنے قرضہ دیا ہوا
"چاہا ہزار اُن کو بھلا دیں، مگر کہاں!"

اِس قدر مست کوئی آیا ہے انگنائی میں
"شوقِ دیدار نے دیوار میں در کھول دئے"

ے گرمی نکال دیں گے تری یار، دیکھنا!
"ہم آگئے تو گرمیٔ بازار دیکھنا!"

ے جدھر کو جی کرے، ریہڑی دھکیل لیتے ہیں
"غریبِ شہر ہیں، ہر رہگذر میں رہتے ہیں"

ے اُس کے "گل گھوٹیے" بنے آخر
"جو کسی کے گلے کا ہار ہوئے"

ے پاپ سنگنگ کا ہے جو پاپ وہ کرتے ہیں ہمیں
"جب تری بزم میں سب مہر بہ لب ہوتے ہیں"

ے خوش آرہی ہیں ہماری حماقتیں کیا کیا
"خِرد کے پیشِ نظر ہیں قباحتیں کیا کیا"

ے اب جو تھانے رپٹ کراتے ہو
"اُس کو لائے ہی کیوں تھے گھر اپنے"

ے جب زور و زر ملا تو اجالوں میں آگئے
"اطوار بھیڑیے کے غزالوں میں آگئے"

ے یہ دھندہ چلے خاک کہ سارے ہیں اُدھارے
"کہنے کو خرابات میں میخوار بہت ہیں"

ے کیری کیچر سا کوئی دکھائی دیا
"ہاتھ سے رکھ دیا آئینہ دیکھ کر"

گرہ کٹ گرہیں

(امیر الاسلام ہاشمی کے سنجیدہ اشعار سے دست درازی)

ے یہ گرانی ہے ذرا میری ڈھٹائی کو کم
"زہر کا پیالہ پیا میں نے تو جاں سے گزرا"

ے دبے نہ ایرے غیرے سے، پیٹے تو تیرے ابّے سے
"ہمیں یہ فخر ہے، ہم عزتِ رسوائی رکھتے ہیں"

ے نشانِ سجدہ پیشانی پہ کب ہے، داغِ لِتّر ہے
"کبھی ہم بھی گزرگاہِ شناسائی سے گزرے ہیں"

ے اُس کو بھی محبت ہے تو ویزہ مجھے بھیجے
"میں اُڑ کے پہنچ جاؤں جب اُس کا خیال آئے"

ے تجھ سے چاہوں وہی "تُو، او، ابے" کہنا سُننا
"دِل شائستہ وہی ربطِ کہن مانگے ہے"

ے بدگمانی رہی یونہی کہ بکی ہے گالی
"غالباً میرے لئے اُس نے دعا مانگی تھی"

ے آپ کے ہونٹوں پہ ہر بار یہ توبہ کیا ہے؟
"مجھ کو سوچا ہے تو پھر سوچ کے سوچا کیا ہے؟؟"

ء بس وویگن کی مصیبت سے گزر آئے گی
"جو نہیں آتی ہے، خوابوں میں نظر آئے گی"

ء وہ شوخ بھی محظوظ ہو کیچڑ سے پھسل کے
"ساون سے کہو آج ذرا ٹوٹ کے برسے"

ء پھر اُس کے بعد تم سے ہو گیا تھا عقد فدوی کا
"مرے تھے جتنے دِن تم پر بس اُتنے دِن جئے ہوں گے"

ء بلیک میل ہی ہوتے رہیں سدا اُس سے
"کسی سے اِتنا نہ کھلیے کہ بابِ شک بھی کھلے"

ء اے قاضی عیسیٰ کے جیسے محاسبو! یہ کیا؟
"حسابِ دوستاں میرے حساب میں رکھنا"

ء کسی سے قرض جو مانگوں تو ٹھینگا دکھلائے
"وہ بے رُخی ہے کہ روزِ حساب لگتا ہے"

ء سبھی کی جاری ہے رُوں رُوں مشاعرے میں ظفرؔ
"کچھ ایسا لگتا ہے، اُجڑے دِلوں کی محفل ہے"

ء اِسی خوش فہمی میں چونڈا ہے سفید
"یاد ہم آپ کو آتے ہوں گے"

ء جیسے ہم کھا کے تری لات گرا کرتے ہیں
"رات دِن ٹوٹ کے لمحات گرا کرتے ہیں"

مشتری ہوشیار باش

کتاب کا نام: اُووووو۔

شاعر: نوید ظفر کیانی۔

وضاحت: یہ نوید ظفر کیانی کے طنز و مزاح پر مشتمل کلام کا پندرھواں مجموعہ ہے جسے برقی کتاب کے طور پر شائع کیا جا رہا ہے۔

کاپی رائٹ: جملہ حقوق بحق شاعر محفوظ۔

اِجازت: اِس کتاب کو حوالہ جات یا غیر کاروباری نقطۂ نظر سے استعمال کیا جا سکتا ہے یا اِس کا اشتراک کیا جا سکتا ہے تاہم اس میں کسی قسم کی کانٹ چھانٹ یا اس کی شکل تبدیل کرنے کی اجازت نہیں، اِس کے لئے شاعر کی پیشگی اجازت ضروری ہے۔

صفحات: ۲۱۸

تاریخِ اشاعت: ۸ فروری ۲۰۲۵ء

ہدیہ: ۸۰۰ روپے، ‏10$

پبلشر: مکتبۂ ارمغانِ ابتسام۔ اسلام آباد، پاکستان۔

برقی ڈاک: nzkiani@gmail.com

ارکائیو ربط: archive.org/details/@nzkiani

ڈرامے

اِس طرح تو ہوتا ہے

مہمان

ادبِ اطفال

لالچ کی سزا

مجموعۂ کلام

جہانِ دگر

اور بارش ہو

میں اور چراغ

تخلیئے کے رنگ

رنگ و بُو کے چھینٹے

بھید خموشی کا

خوابوں کی پرندگی (زیرِ طبع)

یارب (زیرِ طبع)

کاوشِ یکتا (زیرِ طبع)

طنز و مزاح

ڈنکے کی چوٹ

ڈھول کا پول

زباں درازیاں

کھری کھری

ارے

دگڑ دگڑ

کچھ میٹھا ہو جائے

قلم مستیاں

فرازیالوجی

فرازیالوجی

سخن کی خارش

ایسی کی تیسی

لائقِ سینسر

کھنڈ مکھانے

ڈگڈگی

اُووووو

شگفتگو (زیرِ طبع)

جیسے کو تیسا (زیرِ طبع)

شاعری قیمے والی (زیرِ طبع)

بول میری مچھلی (زیرِ طبع)

تازہ گنڈیریاں (زیرِ طبع)

شکر دان (زیرِ طبع)

ظفرانیات (زیرِ طبع)

مَکتبۂ ارمغانِ ابتسام